ماہنامہ

آئینہ انجمن

ربیع الاول 1447ھ، ستمبر 2025ء

شمارہ نمبر: 79

021 - 34993436 - 7
www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B - 375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

آئینۂ انجمن

اس شمارے میں

01 فرمان باری تعالیٰ و فرمان نبوی ﷺ
--- 02

02 اتباعِ رسول ﷺ
ڈاکٹر انوار علی ابرار 03

03 حمد باری تعالیٰ و نعت رسول پاک ﷺ
کاشف شکیل/اقبال عظیم 04

04 ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ 05

05 اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن
شجاع الدین شیخ 06

06 اتحاد امت کے لیے کرنے کے بنیادی کام (دوسری قسط)
انجینئر مختار حسین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ 07

07 ذمہ داری ادا کرنے کی اہمیت
حافظ محمد اسد 13

08 ٹیکنولوجیا
احمد علی 16

09 مطالعہ سیرت النبی ﷺ: اہمیت و افادیت
امین اللہ معاویہ 18

10 ابراہم اکارڈ
حافظ عبدالرافع ماجد 24

11 نظام تعلیم میں امتحانات کے نقصانات اور اس کا متبادل (قسط اول)
حذیفہ آصف 26

12 عہد حاضر میں نظریاتی اداروں کا ممکنہ کردار
ام ابراہیم 28

13 انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں
ماہانہ رپورٹ 32

14 شعبہ ملٹی میڈیا
ماہانہ رپورٹ 36

فرمانِ الٰہی جل جلالہ و فرمانِ نبوی ﷺ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [آل عمران: 31]

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

تشریح: محبت ایک مخفی چیز ہے، کسی کو کسی سے محبت ہے یا نہیں، اور کم ہے یا زیادہ ہے، اس کا کوئی پیمانہ بجز اس کے نہیں کہ حالات اور معاملات سے اندازہ کیا جائے، محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں ان سے پہچانا جائے، یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوی دار اور محبوبیت کے متمنی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان آیات میں اپنی محبت کا معیار بتلایا ہے، یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا، جو شخص اپنے دعویٰ میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم ﷺ کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا، اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا، اور جتنا اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اسی قدر آپ ﷺ کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے محمد ﷺ کا اتباع کیا اس نے درحقیقت اللہ کا اتباع کیا، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی''۔ (معارف القرآن..... مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

فرمانِ نبوی ﷺ

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایمان کی تکمیل جب ہی ہو سکتی ہے اور ایک مسلمان پورا مومن تب ہی ہو سکتا ہے، کہ دنیا کے تمام دوسرے آدمیوں سے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ، اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔ اللہ و رسول کی اور اسلام کی محبت میں باہم ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے سے الگ ہو کر ہرگز نہیں پائی جا سکتیں، اللہ تعالیٰ سے اور اسلام سے صحیح محبت بغیر رسول کی محبت کے ناممکن ہے، اور اسی طرح اللہ کی اور اسلام کی محبت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تصور نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اللہ کے رسول سے جو محبت بحیثیت رسول کے ہوگی، وہ درحقیقت اللہ ہی کی وجہ سے اور اللہ ہی کے تعلق سے ہوگی، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام سے بھی پوری محبت ہوگی، اس لیے اس حدیث میں کمالِ ایمان کی شرط کے طور پر صرف رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ذکر کر دیا گیا ہے، لیکن مطلب وہی ہے کہ ایمانی انوار و برکات صرف اُن ہی خوش نصیبوں کو حاصل ہو سکتے ہیں، جن کے دلوں پر اللہ و رسول کی اور اسلام کی محبت کا ایسا غلبہ ہو کہ دوسری تمام محبتیں اس سے دبی ہوئی ہوں۔ (معارف الحدیث)

اتباع رسول ﷺ

ڈاکٹر انوار علی ابرار

مومنین کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت اور اللہ کی عظمت کی طرح کسی دوسری چیز کی عظمت نہیں کرتے اور نہ اس کی عظمت کے قائل ہوتے ہیں۔ نہ اپنی جان سے نہ کسی اور کی جان سے، نہ کسی شخصیت سے، نہ کسی اشارہ واعتبار سے، نہ کسی نعرہ ونظریہ سے اور نہ ان جدید اقدار میں سے کسی ایک قدر کے ساتھ، جن کے پیچھے آج کل مخلوق خدا بھاگ رہی ہے۔ غرض ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی وہ ربط و تعلق نہیں رکھتے، بلکہ ان کے دلوں میں اللہ کی شدید محبت ہوتی ہے۔ صرف اللہ کی محبت بلاقید و بلاقدر، ان تمام محبتوں پر جو دوسری چیزوں کے لیے ان کے دل میں ہوتی ہیں، اللہ کی محبت شدید تر ہوتی ہے، سب پر غالب ہوتی ہے۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

اللہ نے ایمان والوں کے لیے محبت کا ضابطہ سورۃ البقرہ میں یہ قرار دیا کہ:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [: 165] (اور ایمان والے تو اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں)

نبی کریم ﷺ نے دنیاوی محبتوں کا مرکز بھی اللہ ہی کی محبت کو قرار دیا، حدیث میں آتا ہے:

جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا۔ (ابوداؤد)

سمجھ لیجیے کہ ایمان والوں کے لیے محبت کی بنیاد تو اللہ ہی کی محبت ہے۔ اس کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے محبت کا عملی ثبوت کیا ہے کیا صرف زبان سے بلند وبانگ دعوے کرلینے والے اس محبت کا صلہ پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس سوال کا بڑا عملی جواب عطا فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [آل عمران: 31]

(اے حبیب ﷺ!) فرما دیجیے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

دین اسلام کی ایک حقیقت اور ماہیت ہے اور جب تک وہ حقیقت اور ماہیت موجود نہ ہوگی دین نہ ہوگا۔ اور وہ حقیقت صرف رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے، شریعت کا اتباع ہے، کتاب اللہ کے مطابق عدالتی نظام کا قیام ہے اور یہ حقیقت عقیدہ توحید سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ جس طرح اس عقیدے کی تشریح اسلام نے کی ہے یعنی یہ کہ اللہ اپنی ذات میں وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا حق ہے کہ لوگ پوری طرح اس کے غلام اور بندے ہوں، وہ اللہ کے احکام نافذ کرنے والے ہوں۔ ان میں شریعت الٰہیہ نافذ ہو اور وہ ایسی اقدار قائم کریں جن کے مطابق لوگ اپنے فیصلے کریں اور پھر ان پر راضی ہوں۔ اس عقیدے کی رو سے اللہ واحد نگہبان ہے۔ اس لیے وہی حاکم ہے اور لوگوں کے درمیان تمام اجتماعی تعلقات اس حاکمیت کی اساس پر قائم ہوں، جس طرح اس پوری کائنات کا نظام اس کے قانون قدرت کے مطابق رواں دواں ہے اور ظاہر ہے کہ انسان بھی اس کائنات کا ایک جز ہے۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر استوار کریں۔ نہ صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں، بلکہ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں، یہی اتباع ہمیں اللہ کا محبوب بنائے گی، ہمارے گناہوں کو مٹائے گی اور دنیا و آخرت میں کامیابی عطا کرے گی۔

اللہ ہمیں سچی محبت کے ساتھ سچا اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک ﷺ

الٰہی حمد جو تیری تمام ہو جائے
تو مغفرت کا مری انتظام ہو جائے

دعا ہے مجھ پہ جہنم حرام ہو جائے
ترا کرم ہو تو جنت مقام ہو جائے

الٰہی میرا یہی ایک کام ہو جائے
کہ حج پہ جانے کا کچھ اہتمام ہو جائے

بروزِ حشر کہ پانی کو روح ترسے جب
مرے نصیب میں کوثر کا جام ہو جائے

کلامِ پاک یہی سوچ کر پڑھتا ہوں
ترا کلام ہی میرا کلام ہو جائے

کبھی نہ ترسے گا روٹی کو آدمی کاشفؔ
پرندوں جیسا توکل جو عام ہو جائے

کاشف شکیل

نعتِ رسولِ پاک ﷺ

مجھ کو بھی کاش جلوہ خضرا دکھائی دے
بے نور آنکھ سے بھی اجالا دکھائی دے

تھوڑی سی دیر کو مجھے بینائی چاہیے
بس اک جھلک حضور کا روضہ دکھائی دے

یارب عطا ہو مجھ کو وہ مخصوص روشنی
اٹھے جدھر نگاہ مدینہ دکھائی دے

جاگوں تو صرف ان کے خیالوں میں گم رہوں
سو جاؤں تو فقط رخِ آقا دکھائی دے

بے نوریٔ نگاہ کا اک فائدہ بھی ہے
کانٹے سجھائی دیں نہ اندھیرا دکھائی دے

اقبالؔ اپنی چشمِ بصیرت سے کام لو
یہ کیا ضرور آنکھ سے رستہ دکھائی دے

اقبال عظیم

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّس انجمن خدّام القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حیاتِ طیبہ ﷺ، ایک مکمل ضابطۂ حیات

نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی ہر مسلمان کے لیے ہر اعتبار سے ایک کامل نمونہ ہے۔ ایک باپ کے لیے آپ ﷺ بہترین نمونہ ہیں کہ ایک باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ایک شوہر کے لیے آپ ﷺ کامل نمونہ ہیں کہ اسے اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایک پڑوسی کے لیے آپ ﷺ اُسوۂ کامل ہیں۔ ایک مرشد و مزکی، ہادی و داعی اور مبلغ کے لیے آپ ﷺ اُسوۂ کامل ہیں۔ ایک حکمران اور سربراہ ریاست کے لیے آپ ﷺ اسوۂ کامل ہیں۔ ایک منصف اور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے لیے آپ ﷺ اسوۂ کامل ہیں۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اکمل واتم نہ ہو۔ کیا زندگی کا کوئی گوشہ ایسا ہے جو اسوۂ حسنہ کے اعتبار سے نامکمل و ناتمام اور خالی نظر آتا ہو! آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہر پہلو سے مصروف ترین اور گھمبیر ترین تھی۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں جو جامعیت ہے وہ پوری انسانی تاریخ حتیٰ کہ انبیا و رُسل کی مقدس جماعت میں بھی کہیں اور نظر نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ مسجد نبوی کے پنج وقتہ امام بھی ہیں اور خطیب بھی ہیں، اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کے لیے مدرس و معلم بھی ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے آپ مزکی و مربی بھی ہیں۔ آپ ﷺ سپہ سالار بھی ہیں۔ باہر سے جو وفود آرہے ہیں تو ان سے آپ ﷺ ہی معاملہ کر رہے ہیں۔ مقدمات و تنازعات ہیں تو وہ آپ کی عدالت میں پیش ہو رہے ہیں۔ تصور تو کیجیے کہ کون سا میدان اور کون سا پہلو ہے جہاں یہ محسوس ہو کہ ہمیں حضور ﷺ کی زندگی میں نمونہ نہیں مل سکتا۔ (اسوۂ رسول ﷺ)

اقتباسِ نگرانِ انجمن خُدّام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

رسول اکرم ﷺ کا اللہ سے تعلق:

آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں پوری رات قیام فرماتے تھے اور بعض اوقات قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کے پاؤں میں ورم آجاتا تھا۔ صحابہ کرام پوچھتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں، آپ تو معصوم ہیں، بخشے بخشائے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

اس تناظر میں ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہمارا اللہ کے ساتھ تعلق کیسا ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ معصوم ہوکر اللہ کا شکرگزار بندہ بننے کے لیے اتنی عبادت کررہے ہیں، تو ہم گنہگاروں کو کتنا فکر مند ہونا چاہیے۔ جمہور علما کے نزدیک تہجد بھی حضور ﷺ پر فرض تھی، ہمارے لیے نفل ہے، لیکن پانچ وقت کی نماز تو فرض ہے۔ آج ہماری فرض نمازوں کی کیا کیفیت ہے، ماہ ربیع الاوّل میں بڑی عالی شان تقریبات اور محافل کا اہتمام ہوتا ہے، حضور ﷺ سے محبت کے بڑے بڑے دعوے بھی ہوتے ہیں، لیکن دوسری طرف نمازیں ضائع ہورہی ہوتی ہیں، اُسوہ رسول ﷺ کے منافی کام بھی ہورہے ہوتے ہیں۔ اب تو تمام مکاتب فکر کے علما اس پر آواز اُٹھا رہے ہیں کہ 12 ربیع الاوّل کے نام پر تقریبات میں جو کچھ ہورہا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ چوری کی بجلی استعمال ہو رہی ہے، بے پردگی، بے حیائی اور ناچ گانا تک ہو رہا ہے، یہاں تک کہ مخلوط ماحول میں شریعت کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں۔ مختلف کمپنیز اس موقع پر اپنی مخصوص پروڈکٹس لانچ کرتی ہیں، انھوں نے اس کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ادھر سیرت کا جلسہ ہو رہا ہے اور اس میں ڈانس ہو رہا ہے، اور نمازیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ! حالانکہ حضور ﷺ کا اُسوہ تو یہ تھا کہ آپ ﷺ فرماتے: بلال اذان کہو اور ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک دو۔

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر 37۔ خطاب جمعہ: امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، 13 ستمبر 2024ء)

اتحادِ امت کے لیے کرنے کے بنیادی کام (دوسری قسط)

انجینئر مختار حسین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

بانی قرآن اکیڈمی جھنگ

امت مسلمہ عالمی سطح پر آج جس ذہنی خلفشار اور فکری پریشانی کا شکار ہے وہ کسی صاحب نظر اور دردمند مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے اور گذشتہ ایک صدی سے یہی کیفیت جاری ہے۔ مولانا حالی (وفات 1914ء) نے کہا تھا :ے

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

بے چارگی کا یہی منظر ایک صدی پہلے بھی تھا اور آج بھی صورت حال کوئی زیادہ مختلف نہیں ہے۔ عالمی سطح پر مسلمانوں سے صرف نظر کر کے ذرا اپنے وطن پاکستان اور ہم وطنوں پر نظر دوڑائیں تو کیفیت مزید دل شکن اور روح فرسا ہے۔

گذشتہ شمارے میں پاکستان کے بانیان علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے حوالے سے عرض کیا گیا تھا کہ جس پاکستان کا خواب انہوں نے دیکھا تھا یا مستقبل کا جو سہانا نقشہ مسلمانانِ ہند کو انہوں نے دکھایا تھا وہ نقشہ تاحال نقش بر آب کی طرح ایک موہوم خواہش سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس کی وجوہات بے شمار ہیں اور پوری قوم اس کی مجرم ہے، ایک LAYMAN (عام آدمی) کے نقطہ نظر سے تو صورت واقعہ پر تبصرہ صرف یہ ہے کہ ے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تاہم فکری اور نظریاتی سطح پر حالات کا تجزیہ وہی ہے جو علامہ اقبال نے ''جواب شکوہ'' میں ایک صدی پہلے دیا تھا۔ ے

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

رجوع الی القرآن کا کام بھی نصف صدی پہلے شروع ہوا تھا، تاہم کافی پیش رفت کے باوجود بھی بہت سا کام باقی ہے۔ انسانی معاملات میں حالات کی گردش اور گھڑی کی سوئیوں کو آگے بڑھنے سے نہیں روکا جا سکتا، لہٰذا رجوع الی القرآن کے کام کے ساتھ ساتھ پاکستان کے لیے تحریک اٹھی اور مملکت خداداد وجود میں آ گئی۔ اب اس کے استحکام کا مرحلہ ہے اور دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہونے کے باوجود پاکستان کو ایک نظریاتی ملک بنانے کی جدوجہد ضروری ہے۔

دعوت رجوع الی القرآن کا ایک عوامی تحریک بننے کا انتظار کیے بغیر پاکستان کے باسی ہر مسلمان کو ملک کے استحکام کے لیے والہانہ انداز میں آگے بڑھنا ہوگا تاکہ موجودہ حالات کے شکنجے سے نکلا جا سکے۔

اس خوفناک صورت حال سے نکلنے کے لیے (کہ پہلے ہم برطانیہ کے غلام تھے اور اب ''امریکی صلیبی جنگ'' کا شکار اور غلام ہیں) ہمیں پاکستان کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا اور پاکستان کو علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کے خوابوں اور ارمانوں کے مطابق ایک جدید ''اسلامی جمہوری فلاحی ریاست'' کا رول ماڈل (ROLE MODEL) بنانا ہوگا۔ اس کے لیے پاکستان کے ہر شہری کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا، بالخصوص مسلمانانِ پاکستان اور سب سے بڑھ کر وہ دینی اور مذہبی طبقات جنھوں نے پاکستان کی تخلیق میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اور سیاسی سطح پر مسلم لیگ (تمام مسلم لیگیں) اس ذمہ داری کے ادا کرنے کی مکلّف ہے اور قوم کا اس کے ذمے یہ بہت بڑا ''قرض'' بھی ہے کہ اس جماعت کے نام پر آج کے مسلم لیگیوں نے خود بھی اور ان کے آبا و اجداد نے بھی بالعموم بے تحاشا دولت لوٹی ہے اور عیش کیے ہیں، لہٰذا پاکستان کی تعمیر نو کے لیے بھی اسی طبقہ کو سب سے زیادہ مالی قربانی بھی دینی چاہیے اور عملاً عوامی بیداری کا کام بھی کرنا چاہیے۔

گذشتہ شمارے میں یہ تذکرہ بھی آگیا تھا کہ وہ طبقات جو پاکستان بنانے میں نمایاں تھے، ان کے وابستگان کو از سر نو بیدار کرنا ہوگا اور پاکستان کو نظریہ پاکستان کی مستحکم بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے سخت محنت و مشقت کرنی ہوگی، تاکہ عوامی بیداری کی ایک لہر پیدا ہو جائے اور ملکی اور اجتماعی سطح پر نظریہ پاکستان اور اپنے وطن عزیز کو ایک اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کا عزم پیدا ہو جائے، اس مرحلے کے طے ہونے پر ہی اگلا مرحلہ سامنے آئے گا۔

<u>اتحادِ امت کے لیے کرنے کا دوسرا کام:</u>

نظری طور پر مسلمانان پاکستان کے لیے مستقبل قریب میں تین ممکنہ صورتیں ہیں۔

(یہ امکانات صرف اس مفروضے پر ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کی بیداری کے لیے کمر کس لی ہے، اور بے لوث کام کرنے کے لیے آمادہ ہیں، اور اجتماعی سطح پر مسلمانوں کا سوادِ اعظم اس کام کی برکات و اہمیت سے واقف ہوگیا ہے۔ بصورت دیگر کہ اہلیان پاکستان خود اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوتے تو غلامی اور گمنامی ہی مقدر ہو سکتی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عذاب الٰہی کا تازیانہ ہمارے سروں پر معلّق ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی امت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے روگردانی؟)۔

* پہلی یہ صورت ممکن ہے اور مسلمانان پاکستان کے لیے نہایت خوش آئند کہ کوئی سیاسی جماعت (امکانی حد تک مسلم لیگ) بھولے ہوئے مشن کو اپنا مشن بنائے، قوم میں بیداری کی لہر پیدا ہو، اور مذہبی مناقشات اور فرقہ واریت میں پڑے بغیر 1946ء کے الیکشن کی طرح بھرپور کامیابی حاصل کرے اور عوامی جذبے اور جوش کے زیر اثر ملک میں اسلامی نظام یعنی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ عمل میں لے آئے۔ حالات کے اس رخ پر آگے بڑھنے سے فرقہ واریت میں کمی واقع ہوگی، دل قریب آئیں گے، محبت و الفت بڑھے گی، حقیقی

اجتماعی یگانگت پیدا ہوگی اور بہت جلد اسلام کے اجتماعی نظام خلافت کے نظام کی برکات سے اہلیان پاکستان بلا لحاظ مذہب و ملت، مسلم و غیر مسلم سب مستفیض ہو رہے ہوں گے۔

نظری طور پر یہ امکان بڑا خوش کن اور دلکش ہے تاہم حالات کے تناظر میں ایسا ہونا ''شاذ'' کے درجے میں ہی ہے۔

* دوسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ ہمارے ہاں مذہبی تقسیم میں سوادِ اعظم یا مسلمانوں کا بڑا حصہ بریلوی مکتب فکر کہلاتا ہے۔ پھر دیوبندی مکتب فکر ہے اور پھر اہل حدیث مکتب فکر۔ اگر پاکستان میں تمام قابل ذکر طبقات میں دینی شعور بیدار کر دیا جائے، پاکستان کو ایک جدید 'اسلامی جمہوری فلاحی' مملکت بنانے کا عزم اجاگر ہو جائے اور ماضی سے وابستگی کی وجہ سے عوامی سطح پر بریلوی مکتب فکر کے علما و پیران عظام اپنے اکابرین کے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کام کر کے پاکستان کے بنانے میں اپنے رول کا احساس پیدا کر لیں تو آج کے جمہوری دور میں، جہاں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے، سوادِ اعظم ہونے کی بنیاد پر اپنے بل بوتے پر ''اکثریت'' حاصل کر کے ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔

اس امکان کے لیے خارج میں مواقع بہت کم ہیں اور سوادِ اعظم کے خواص و عوام عموماً ''اکثریت'' کے زعم میں کام نہیں کرتے، جب کہ ہمیشہ ''اقلیت'' میں لوگ اپنے لیے عدم تحفظ کے خدشے کے تحت سخت محنت کر کے آگے بڑھتے ہیں اور چھا جاتے ہیں۔

یہ ممکنہ صورت حال بھی ملکی سطح پر بڑی خوشگوار تبدیلی کا پیش خیمہ بن سکتی ہے، تاہم اس راستے میں بڑی جانفشانی اور سخت محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ توفیق ارزاں فرمائے (آمین)۔

* تیسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ نہ سیاسی سطح پر مسلمانوں کی بیداری کا کام ہو سکے، نہ نظریاتی سطح پر کہ مملکت پاکستان کے ماضی، حال اور مستقبل کی اہمیت کو اجاگر کر کے ایک تبدیلی برپا کر دی جائے اور نہ خالص مذہبی سطح پر عوام کو اللہ تعالیٰ پر ایمان، حضرت محمد ﷺ سے عشق و محبت اور پاکستان کے لیے قربانیوں کے حوالے سے جوش دلا کر عوامی تحریک کا رنگ دیا جا سکے کہ ملک پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے ضمن میں کوئی BREAK THROUGH (پیش رفت) ہو جائے اور سیاسی انتشار اور عہدوں کے لالچ کی رسہ کشی کے بغیر ایک ہی مکتب فکر کے لوگ اقتدار سنبھال کر اپنی ایمانی و مذہبی کیفیات کے تحت عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار اسلامی تعلیمات کے نفاذ سے نظام خلافت کی برکات اور کفالت عامہ کا عملی نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ یعنی پہلی صورت بھی ممکن نہ ہو اور دوسری صورت بھی رو بعمل ہوتی نظر نہ آئے، یعنی اس ملک میں ستر سال پہلے کی قیامِ پاکستان کے دور کی مذہبی فضا اور جوش و جذبہ پیدا نہ کیا جا سکے اور کسی ایک سیاسی جماعت یا کسی ایک مذہبی مسلک کے ذریعے دنیا کے معروف پیمانوں میں جمہوری انداز میں پارلیمنٹ کے ذریعے اور ووٹ کے ذریعے تبدیلی نہ لائی جا سکے، تو ان حالات میں امکانی حد تک ممکنہ صورت (اور جس کے لیے اس وقت فضا قدرے سازگار بھی ہے) ملک کے تمام مذہبی طبقات کا ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر آئندہ کی جدوجہد کرنا ہے۔

پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ میں مذہبی اور سیاسی اتحادوں کی اپنی ایک تاریخ ہے اور اتحادوں کا بننا حکومتوں کو گرانا اور پھر منتشر ہو جانا اہل نظر کے بھی سامنے ہے اور عوام کے اجتماعی شعور کا بھی حصہ ہے کہ ان اتحادوں کے ذریعے منفی کام تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے کہ کسی حکومت کے خلاف کھڑے ہو گئے، اس کو گرانے تک متحد رہے مگر جیسے ہی حکومت رخصت ہوئی یا کسی 'آمر'' کے سامنے ڈٹے رہے حتیٰ کہ آمریت سے جمہوریت کا سفر شروع ہوا، انتخابات کا اعلان ہوا تو الیکشن کی سیاست (ممبری، کرسی، صدارت) کے موقع پر اتحاد برقرار نہ رہ سکے، یعنی جب مثبت کام کرنے کا موقع آیا تو مل کر کام کرنے کا جذبہ مفقود ہو گیا اور مسلکی اور جماعتی مفادات آڑے آ گئے۔

اس تجزیہ کے مطابق مختلف مذہبی جماعتوں کا اکٹھے ہو کر کام کرنا اور اتحاد کی شکل اختیار کرنا تو بحالات موجودہ ناگزیر ہے اور اوپر درج شدہ پہلی دونوں صورتوں کے لیے قابل لحاظ حد تک کام نہ ہونے کی وجہ سے یہی ''اتحاد'' ہی واحد ممکنہ صورت ہے، تاہم ہمارے نزدیک کسی مزید ''اتحاد'' کے ''بندھن'' میں بندھنے سے پہلے ہمیں ٹھنڈے دل سے یہ غور و خوص کر لینا چاہیے اور اس سے سبق بھی سیکھنا چاہیے کہ سابقہ اتحادوں کے ناکام رہ جانے کی وجوہات کیا ہیں، اور آئندہ ان وجوہات کو ختم یا کم کیسے کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک ماضی کے مذہبی اتحادوں کے بننے اور ٹوٹنے کے عمل میں بنیادی عوامل مذہبی و مسلکی خدشات ہیں، جو ہر مسلک کے نمائندوں کو لاحق رہتے ہیں۔ یہ بات اب سب پر عیاں ہے اور نوشتہ دیوار ہونے کے ناطے سے بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کی مذہبی سیاسی قیادتیں فقہی مسالک کی بنیاد پر قائم ہیں، اور ان کی جڑیں اپنے مسلک کے پیروکار حضرات میں ہی بڑی مضبوطی سے قائم ہیں، لہٰذا یہ قیادتیں اہم فیصلے کرتے وقت بالعموم اللہ تعالیٰ کے فرامین اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کی کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اپنے لیے کوئی محفوظ راستہ نکال لیتے ہیں، اور اپنے ہم مسلک لوگوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل بھی رہتے ہیں اور ''اتحاد'' سے باعزت علیحدگی بھی ہو جاتی ہے۔

اوپر درج الفاظ میں شاید ذرا تلخی ہو، تاہم حقیقت اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

اتحادوں کی تاریخ میں آمرانہ حکومتوں کے گرانے کا کام مذہبی اور مسلکی بنیاد پر مشترکہ خدشات کی وجہ سے ممکن ہو جاتا ہے اور قابل فہم ہے، تاہم مثبت سوچ کی کمی اور اسلام کے اجتماعی عدل اور کفالت عامہ کے نظام اور خلافت کی برکات پر کماحقہ نظر نہ ہونے کی وجہ سے اس اتحاد کے نتیجے میں برکات کے سمیٹتے وقت ''اغراض'' اور ''مفادات'' آڑے آ جاتے ہیں اور اتحاد برقرار نہیں رہ سکتے۔

ہمارے نزدیک اب اگر کوئی اتحاد بنانا مقصود ہو (اور یہ آئندہ الیکشن کے موقع پر ناگزیر ہوگا) تو اس اتحاد کے اعلان سے پہلے بہت سا بنیادی کام (HOME WORK) کرنے کی اشد ضرورت ہے، اور اتحاد میں شریک مختلف مذہبی عناصر کے خدشات کو اتحاد بنانے کے لیے اعلان سے پہلے ہی دور کرنے یا ان کا کوئی قابل عمل اور قابل قبول حل پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام بظاہر معمولی اور حقیر سا نظر آئے گا، تاہم اپنے نتائج کے اعتبار سے بہت اہم اور دیرپا اثرات کا حامل ہوگا۔

مذہبی جماعتوں کے اسلام کے نفاذ یا نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ یا پاکستان کو اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کے اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے اجتماعی کوششوں کو منظم کرنے کے لیے اہل سنت کے جو معروف مسالک سامنے آئیں گے، وہ ہمارے فقہی مسالک ہیں جو سب کو معلوم ہیں۔

(1) بریلوی مکتب فکر۔ (2) دیوبندی۔ (3) اہل حدیث مکتب فکر۔ (4) جماعت اسلامی۔

ان مسالک کو ایک اتحاد میں جوڑنے یا اتحاد و یگانگت کے رشتہ میں حقیقی طور پر پرونے کے لیے جس بنیادی کام (HOME WORK) کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، وہ بہت ضروری ہے اور ہمارے نزدیک حسب ذیل ہے۔

*اوپر درج شدہ ہمارے مسالک کے زعما اور اکابرین جب جمع ہوتے ہیں تو مقاصد کے اشتراک اور اہداف کی ہم آہنگی کے باوصف اپنے دل میں بہت سے خدشات اور ناراضگیاں دبائے اور چھپائے رکھتے ہیں اور حقیقتاً کسی بڑے اجتماعی کام کے لیے ذاتی اور مسلکی اغراض کو چاہے وقتی طور پر ہی سہی دبا لینا یا اہمیت نہ دینا، دینی نقطہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بڑی قربانی ہے، اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔ تاہم یہ خدشات اگر ایک دفعہ سامنے لائے جا سکیں اور کسی عملی کام کے آغاز سے قبل ان باہمی خدشات اور ممکنہ باہمی استحصال کی صورتوں کو سامنے رکھ کر ان کا کوئی حل نکالا جا سکے، جس سے تمام مسالک کے اکابرین اور تبعاً ان کے پیروکاروں کے دل مطمئن ہو جائیں، تو راقم کو یقین ہے کہ اس صورت میں قائم ہونے والا اتحاد برقرار بھی رہے گا۔ ناسازگار و مخالف حالات کے دباؤ اور آزمائشوں کے ہر مرحلہ پر ثابت قدمی دکھائے اور مخالفین کی چالوں اور حملوں کے ہر امتحان میں سرخرو ہو سکے گا اور اپنے مقصد وجود و قیام کو حاصل کر کے دم لے گا۔

ذیل کی سطور میں ہم نمونے کے طور پر مختلف مسالک کے خدشات و تحفظات کو درج کر رہے ہیں، تاکہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو اور زیر بحث معاملے کی اہمیت واضح ہو کر سامنے آجائے۔

مثال کے طور پر بریلوی مکتب فکر کے زعما، اکابرین (اور ان کے پیروکاروں) کو یہ خدشات لاحق ہو سکتے ہیں کہ اگر اتحاد کی صورت میں جدوجہد کر کے بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے، تو (سیاسی سطح پر سیٹوں کی تقسیم اور وزارتوں کی تقسیم کو الگ رکھتے ہوئے) مسلکی سطح پر ان کے مسلکی معاملات کے بارے میں کیا طرز عمل ہوگا۔ یعنی

* بریلوی مسلک کے 12 ربیع الاوّل کے جلوسوں کے بارے میں اس متوقع اسلامی حکومت کا فیصلہ کیا ہوگا۔

* گیارہویں کے انعقاد اور اس کے جلوسوں کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جائے گا۔

* بریلوی مسلک کے اکابرین اور اولیا کے مزارات اور ان پر منعقد ہونے والے میلوں، عرسوں کے بارے میں متوقع اسلامی حکومت کیا فیصلہ کرے گی۔

* مسلکی مساجد اور ان کے اہتمام کے بارے میں نیز ریڈیو، ٹی وی وغیرہ پر ربیع الاوّل اور دوسرے مشہور دنوں پر ان کے پروگراموں کی ترویج کا ضابطہ کیا ہوگا۔

* سرکاری سطح پر اکثریت کا مسلک اور شعائر رواج دیا جائے گا یا اقلیت کی سوچ کو جبراً نافذ کر دیا جائے گا۔

اسی طرح ہمارے اہل حدیث بھائیوں کو بجا طور پر یہ خدشہ ہو سکتا ہے کہ اگر بریلوی مسلک اور نقطہ نظر غالب آجائے تو ان کے مسلک اور مکتب فکر کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

* اہل حدیث مسلک کے اکابرین میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اعلیٰ مقام ہے اور سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصانیف بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کی ترویج پر زور دیا جاتا ہے، جب کہ بریلوی نقطہ نظر سے تقویت الایمان نامی کتاب سے ان کے عقائد کی جڑ کٹتی ہے، وہ اسے تقویت الایمان کی بجائے تفویۃ الایمان کہتے ہیں۔ لہٰذا مشترکہ جدوجہد کے دوران اور اس کی کامیابی کے بعد ان کے باہمی روابط و تعلقات (WORKINGRELATION SHIP) کیا ہوں گے۔

* مزید برآں عرب سے اٹھنے والے مصلح اور قائد محمد بن عبدالوہاب (وفات 1793ء) اہل حدیث مسلک کے دور حاضر میں امام ہیں، جب کہ عوامی سطح پر کسی کو وہابی کہہ دینا شاید کافر و قادیانی کہنے سے زیادہ گہرے اثرات رکھتا ہے۔

اسی سے ملتے جلتے خدشات ہمارے دیوبندی مسلک کے علما و اکابرین کو لاحق ہو سکتے ہیں بلکہ ہیں۔ ان خدشات کی موجودگی میں جب اتحاد بنتا ہے تو ہم کسی مشترکہ اجلاس میں سروں کو گن کر خوش ہو سکتے ہیں کہ اتنے لوگ مختلف مسالک کے جمع ہیں، درحقیقت دلوں کے درمیان الفت و محبت اور باہمی یگانگت مفقود ہوتی ہے۔ حالانکہ کسی مشترکہ اجتماعی جدوجہد کے لیے مختلف اکائیوں کے افراد میں باہمی الفت و محبت کا ہونا کامیابی کی سب سے بڑی اور اولین شرط ہے۔

فلہٰذا ہمارے نزدیک مستقبل قریب کے کسی مذہبی و مسلکی اتحاد سے پہلے یہ بنیادی کام (HOME WORK) کرنا ضروری ہے اور یہ کام کوئی ناممکن اور لاینحل مرحلہ و مسئلہ نہیں ہے، صرف خلوص سے توجہ دینے کی بات ہے، دونوں طرف کے اکابر علما و خواص سے ہمیں غالب حسن ظن ہے کہ وہ اس مرحلہ کو کامیابی سے حل کر لیں گے۔ اس مشکل اور فیصلہ کن مرحلہ کے قابل عمل اور قابل قبول حل کے بعد اہل سنت کے تمام مسالک کا ایک جگہ اکٹھے ہونا ایک ضروری ہی نہیں فطری تقاضا ہوگا اور اس سے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو جوڑ دے گا۔

جیسے کہ قرآن مجید میں جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے ایثار و قربانی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ (الانفال: 63)

''اور اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی''۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور مشترکہ جدوجہد یقیناً کامیابی سے ہوکر رہے گی۔

اہل سنت کے تمام مسالک کے ایک لڑی میں پروئے جانے یا اس اتحاد کے بعد ایک مرحلہ ملّی و ملکی یکجہتی کے لیے اور سامنے ہوگا، امید ہے کہ خلوص و اخلاص اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ''وفاداری'' اور صلح و خیر خواہی کے جذبے کی موجودگی میں اس مرحلے میں مسلمانان پاکستان کامیاب ہوں گے، وہ مرحلہ ہے اہل سنت کا وسیع تر ملی یکجہتی کے لیے شیعہ مسلک کے اکابر و خواص و عوام کو ساتھ ملالینا، ہمارے نزدیک یہ مرحلہ بہت نازک سہی تاہم جذبہ صادق ہو تو اس کو سر کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اس کے لیے ایک آسانی تو یہ ہے ہمارے مغرب میں پڑوسی برادر اسلامی ملک ایران میں یہ مسئلہ قانون سازی اور مختلف طریقوں کے ذریعے سے حل کرلیا گیا ہے، اور وہاں اس پر گذشتہ ربع صدی سے عمل بھی ہو رہا ہے کہ وہاں اکثریت شیعہ مسلک کے پیروکاروں کی ہے اور اہل سنت وہاں اقلیت میں ہیں۔ اب پاکستان میں اہل سنت اکثریت میں ہیں اور شیعہ مسلک کے پیروکاروں کی تعداد ایران میں اہل سنت سے بھی کم ہے، لہٰذا اگر ایران کے آئین میں جو مقام اہل سنت کو دیا گیا ہے، وہی مقام (STATUS) پاکستان میں شیعہ مسلک کے لوگوں کو دے دیا جائے تو ہمارے شیعہ بھائیوں کو بخوشی اور کھلے دل سے قبول کرکے اہل سنت کے شانہ بہ شانہ ماضی کی طرح پاکستان کو ایک اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کے کام میں ہر طرح کا تعاون کرنا چاہیے۔

مستقبل میں بننے والے مجوزہ اتحاد سے پہلے اگر یہ بنیادی کام احسن و بخوبی سر انجام دے دیا جائے اور دائرہ تحریر میں لاکر محفوظ کردیا جائے تو سیاسی سطح پر الیکشن کے راستے پر محنت ہو تب بھی اور انقلابی راستے پر مزاحمتی قوت اور مطالبات کے راستے پر آگے بڑھیں، تب بھی اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت دے گا، تائید و نصرت فرمائے گا اور منزل قریب سے قریب تر ہوتی چلی جائے گی۔ ؎

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

وما ذالک علی اللہ بعزیز

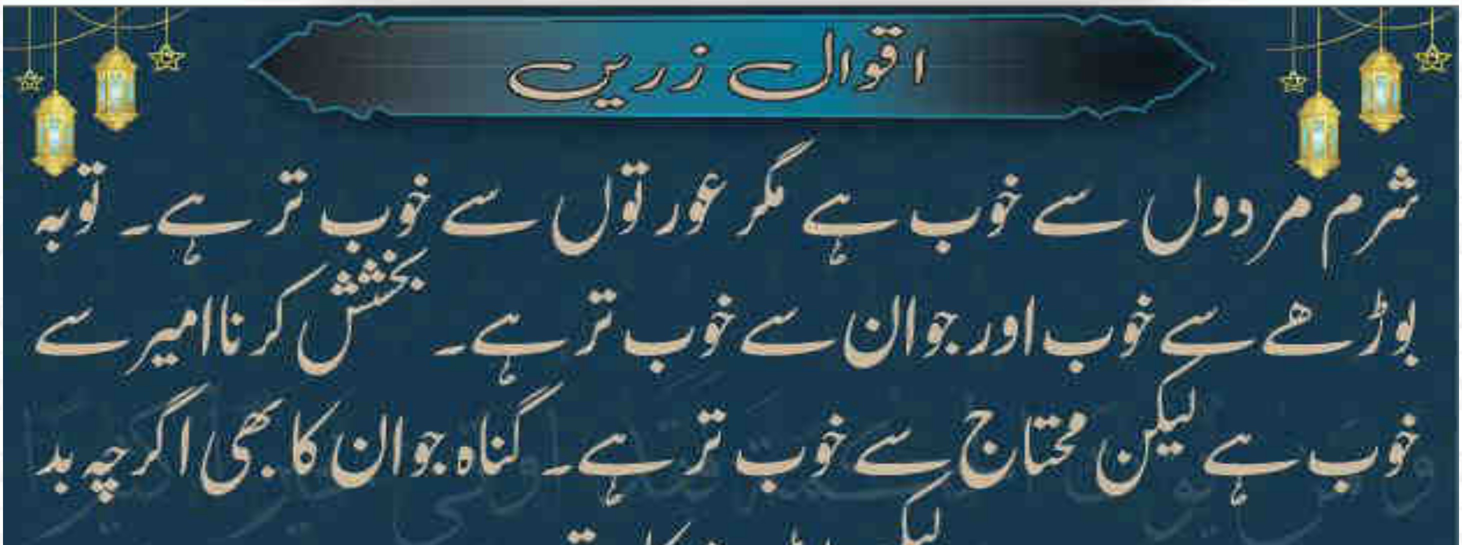

ذمہ داری ادا کرنے کی اہمیت

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

انسان کی بہت سی ضرورتوں میں ایک اہم ضرورت اجتماعیت ہے، اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے برکت رکھی ہے اور اس میں رب تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال رہتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: يَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ (سنن الترمذي، رقم الحديث: 2166) ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔ اس لیے اجتماعیت سے الگ ہو کر زندگی گزارنا پسندیدہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں خاتمہ کو ميتة الجاهلية (جاہلیت کی سی موت) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اجتماعیت ہوگی تو لازماً اس کا ایک امیر اور سربراہ ہوگا جو اس کی قیادت کا فریضہ انجام دے گا، عوام اس کی رہنمائی میں اپنا سفر حیات جاری رکھتے ہوئے منزل کی طرف کامیابی کے ساتھ گامزن ہوں گے۔ قیادت و سربراہی کی اس ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ (ابوداؤد، رقم الحديث: 2609) ''جب تین آدمی سفر میں ہوں تو ان میں ایک کو امیر بنا لینا چاہیے''۔

قوم کا سربراہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کی خیر خواہی کرنا، ہر طرح کی ضرویات کا خیال رکھنا اور اس کی بہتری کی فکر کرنا، اس کی ذمہ داری ہی نہیں، بلکہ عین فرض منصبی ہے، اسے اس کا احساس ضروری ہے۔ قوم کے رہبر و رہنما کی حیثیت ایک خادم کی سی ہوتی ہے۔ وہ اپنے اس فرض منصبی کو صحیح طریقہ سے انجام دے تو رعایا اور اس کے ماتحت افراد خوشحال ہوں گے، جانثاری کے جذبے کے ساتھ اپنا ہر طرح کا تعاون پیش کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس سربراہ اگر خود کو قوم کا خادم تصور کرنے اور اس کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنے کے بجائے مخدوم سمجھ بیٹھے اور آرائش و آسائش کی زندگی کو مقصد بنا لے اور: ؎

بابر عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے مصداق رعایا کے مسائل سے آنکھیں بند کر لے تو ایسے حالات میں رعایا بے چینی کی کیفیت سے دوچار ہوگی اور بسا اوقات اس سربراہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیائے انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ ہر طرف ظلم وستم کا بازار گرم تھا، رقص و سرور میں ڈوبے عیش پسند ناعاقبت اندیش رہنماؤں اور بادشاہوں کو عوام کی ذرہ برابر بھی فکر نہ تھی، بلکہ وہ وقتاً فوقتاً انہیں اپنے عتاب کا شکار بناتے رہتے تھے۔ مگر یہ بادل چھٹا اور آفتاب کی شکل میں ایک عظیم رہنما نمودار ہوا جس نے لوگوں کو معرفت خداوندی کے ساتھ قیادت و سیادت کے اصول سمجھائے۔ لوگوں کے دکھ درد بانٹ کر انہیں حقیقی زندگی جینا سکھایا اور بتایا کہ بہترین انسان ہی بہتر قائدانہ کردار پیش کر سکتا ہے۔ حقیقی قائد وہ ہے جو امانت دار، امن وامان کا خواہاں اور انسانوں کی ضروریات پوری کرنے والا ہو، نہ کہ عیش و عشرت کا خواہاں ہو۔ یہ بہتر قیادت عملی طور پر کیسے ممکن ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی سے اس سوال کا جواب فراہم کیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے : كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (متفق علیہ) ''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے سلسلے میں میں بازپرس ہوگی''۔

ذمہ داری کسی عہدے کا نام نہیں ہے، بلکہ انسانی رویے کا نام ہے، جس کا تعلق پوری انسانی زندگی سے ہے، شریعت اسلامیہ نے ہمیں انفرادی و اجتماعی دونوں سطح پر ذمہ دار مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالی نے ذمہ داری کے تصور کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل: 36)

''بے شک کان، آنکھیں اور دل، ان سب سے سوال کیا جائے گا''۔

انسان کی شب و روز کی کامیابی، ترقی کی نئی نئی راہیں، منزل کا حصول اور زندگی میں ربط سب کچھ ذمہ داری کے مرہون منت ہے۔ اسلام جس طرح انسان کو اس کے انفرادی مسائل میں ذمہ داری کے تصور سے آگاہ کرتا ہے، بالکل اسی طرح اجتماعی زندگی میں بھی ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، احساس جوابدہی کا یہی وہ محرک تھا جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ذمہ دار شخصیت بنا دیا، جو دنیا والوں کے لیے نمونہ بنے اور دنیا نے آپ ﷺ کے تربیت یافتہ خلفائے راشدین کا دور بھی دیکھا کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں، بیت المال کے موجود ہوتے ہوئے بھی زندگی کس مپرسی میں گزری، مگر رعایا کے سرمایہ کو اپنے ذاتی مصرف میں نہیں لائے اور غیر ضروری خرچ سے گریز کرتے رہے۔ انہوں نے پوری دور اندیشی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنا فریضہ انجام دیا۔ قیصر و کسری کو فتح کرنے والے اور وسیع و عریض دنیا میں اسلام کا پرچم لہرا دینے والے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھجور کی چٹائی پر سوتے ہیں، جسم پر اس کے نشانات ابھر آتے ہیں۔ ان کی سادگی پر لوگوں کو معلوم کرنا پڑتا تھا کہ امیر المومنین کون ہیں، ان کے احساس ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ وہ رعایا کے احوال سے نہ صرف باخبر رہتے تھے، بلکہ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود پیٹھ پر غلوں کا بوجھ اٹھا لیتے تھے، کیوں کہ انہوں نے اپنے قائد سرورِ عالم کو بدست خود خندق کھودتے دیکھا تھا۔

تاریخ کے اوراق کو مزید پلٹ کر دیکھیں تو تابعین میں عمر ثانی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں عدل و انصاف کا وہ گراں قدر کارنامہ انجام دیا کہ سینگ والی بکری بھی بغیر سینگ کی بکری کو مارنے سے کتراتی تھی۔ جب کہ ان کی جوانی کا وہ دور (جب آپ خلیفہ مقرر نہیں ہوئے تھے) بڑے ہی ٹھاٹ باٹ اور شان و شوکت میں گزرا تھا۔ خوبصورت لباس، عمدہ خوشبو جسے دیکھ کر لوگ ٹھہر جاتے تھے اور گلی معطر ہو جاتی تھی۔ مگر بہ حیثیت خلیفہ خود کو خادم کی حیثیت سے پیش کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آج کا انسان اپنے اس احساس ذمہ داری سے عاری ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے قیادت و سیادت کا مفہوم بالکل الٹ گیا ہے۔ اب قوم کا رہبر اس کی خدمت کے لیے نہیں بلکہ اس (قوم) سے خدمت وصول کرنے کے لیے اپنی عیاری اور مکاری سے کام لیتا ہے۔ ٹھاٹ باٹ کے لیے بیت المال میں جمع قوم کا سرمایہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، اس کے نتیجے میں انسانیت سوز واقعات سامنے آتے ہیں۔ اقتدار کی ہوس اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ذہن میں سوال آتا ہے کہ اقتدار بھی کیا چیز ہے، جس کے لیے لوگ اپنے ضمیر کے خزانے لٹا دیتے ہیں۔ اب یہ بات رعایا کے ذمہ ہے کہ وہ اپنا ذمہ دار کسے چنتے ہیں اور اتنی بڑی ذمہ داری کس کے سپرد کرتے ہیں، کیوں کہ یہ قیادت بھی ایک امانت ہے، جو اس کے اہل تک پہنچانا ضروری ہے، قرآن کا اعلان ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿58﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:59,58)

''(مسلمانو!) اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو،

اللہ تعالیٰ تم کو نہایت ہی عمدہ نصیحت کرتا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں''۔

پھر ذمہ داروں میں اہل شخص اپنی امانت داری اور صلاحیتوں کے ذریعے اعلیٰ اصولوں کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے، عوام کی توقع کے مطابق اپنی خدمات انجام دیتا ہے۔ اس کے پیش نظر جہاں احساس ذمہ داری ہے، وہیں ایمان کے تقاضے بھی ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مسند احمد، رقم الحديث: 13199)

''اس شخص میں ایمان نہیں جس میں امانت داری نہ ہو اور اس شخص میں دین کا پاس و لحاظ نہیں، جس کے اندر عہد کی پاس داری نہ ہو''۔

امانت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جن کی ادائیگی تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ ذیل میں امانت کی چند ایسی صورتیں بیان کی جارہی ہیں جن کی طرف عام طور پر لوگوں کا ذہن نہیں جاتا، چنانچہ وہ ان امانتوں میں خیانت کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، اور انہیں کسی معصیت کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا، حالانکہ شریعت کی نظر میں ان چیزوں میں بھی خیانت قبیح اور موجب گناہ عمل ہے، جس سے ہر مسلمان کا بچنا نہایت ضروری ہے مثلاً:

1. نااہلوں کو عہدے اور مناصب سپرد کردینا۔
2. مزدور اور ملازمین کا کام چوری کرنا۔
3. خاص مجالس کی بات کو عام کرنا۔
4. غلط مشورہ دینا۔

مشورہ جب کسی سے لیا جاتا ہے تو وہ ان کے حق میں امین ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ وہی مشورہ دے جس میں اس کے علم کے مطابق مشورہ لینے والے کا خیر و فلاح مضمر ہو۔ دل میں جو بات آئے کسی ذہنی تحفظ کے بغیر صاف صاف کہہ دے، رسول اکرم ﷺ نے ایک صحابی کے مشورہ لینے پر ارشاد فرمایا: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (سنن الترمذی، رقم الحديث: 2823) "جس سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہیے"۔

5. کسی کا راز ظاہر کرنا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ (سنن الترمذی، رقم الحديث: 1959) "جب ایک شخص کوئی بات کہے اور چلا جائے تو یہ بھی امانت ہے"۔

6. حق تلفی اور ناانصافی کرنا۔

موجودہ مسلم دنیا کے خراب حالات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ امت کے بڑوں میں احساس ذمہ داری باقی نہ رہا تھا۔ سیاسی و معاشی امور میں ذمہ دار افراد کا فقدان، علما کا فکری رہنمائی کے میدان میں ذمہ دارانہ رویے سے انحراف، ہمارے زوال کی بڑی وجوہات ہیں۔ غیر ذمہ دارانہ رویہ، غفلت، سستی اور کاہلی کو جنم دیتا ہے، جو کسی بھی قوم کے زوال میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر ہم اپنا ماضی دوہرانا چاہتے ہیں تو ہم میں سے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا ہوگا، آج کے کام کو آج ہی کرنا ہوگا، خواب غفلت کو چھوڑ کر ذمہ دار معاشرے کے قیام کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ وسائل کا درست استعمال کرنا اور معاملات کی تکمیل کو اپنی عادت بنانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی معاملات میں قرآن و سنت کا تابع بنائے۔ (آمین)

ٹیکنولوجیا

احمد علی

استاذو معتمد، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

سن 2010 کی بات ہے جب ایک رسالہ میں لطیفہ پڑھا جو کچھ یوں تھا (دادا اپنے پوتے کو اپنے وقت کی کہانی سناتے ہوئے بولے کہ ہمارے زمانے میں تو ایک روپے میں پورے گھر کا راشن آجاتا تھا! پوتا جو بات سننے کے ساتھ ساتھ ویڈیو گیم کھیلنے میں بھی مصروف تھا، مسکراتے ہوئے بولا کہ دادا جان! اب یہ حرکتیں نہیں چلیں گی، مارکیٹ میں سی سی ٹی وی کیمرہ لگ چکے ہیں)۔ شاید پوتا یہ سمجھ رہا تھا کہ دادا کے زمانے میں کیمرے نہیں تھے جو حقیقت ہے، اس لیے آج بھی انہیں اس کا نہیں پتا، اور پھر پوتے کے دل میں خدا خوفی کی جگہ کیمرہ خوفی، بالکل اسی طرح ہم نے اپنے بچپن میں A for Apple اور B for Ball پڑھا تھا، جب کہ آج کل کی Generation Z کی زبان اس سے کئی مختلف ہو چکی ہے جس میں:

A for AI (Artificial Intelligence)
B for Bitcoin
C for Crypto (Cryptocurrency)
D for Deep Fake

اوراس طرح کے کئی ایسے الفاظ جو سن 2000 سے قبل شاید ہی لکھے ہوئے دیکھے یا سنے ہوں، جو اب ہمیں سننے کو مل رہے ہیں۔ جنریشن گیپ چاہے والدین واولاد کا ہو یا استاذ و طلبہ دونوں کے لیے ایک عجیب ماحول پیدا کر رہا ہے، مثلاً Generation Z کے ان جیسے الفاظ اور روپیہ کمانے کے نت نئے انداز (آن لائن وغیرہ) کو دیکھ کر متاثر ہونا اور پھر احساس کمتری کا شکار ہونا، ایک عام بات ہو چکی ہے، نتیجتاً اپنی دینی روایات و اقدار کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں اساتذہ اور گھروں میں والدین اور بزرگوں کو Backward سمجھا جا رہا ہے، اس جنریشن کو سمجھنا اور ان کو دینی اقدار پر قائم رکھنا اور سمجھانا آسان کام نہیں ہے۔ یہ وہ میدان ہے جو ہمارے آبا و اجداد کے تصور سے بھی باہر ہے، لیکن ہم شاید ایک وہ پُل ہیں جو ماضی کی روایت کو مستقبل کے چیلنج سے جوڑ رہا ہو، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے دین و ایمان اور اخلاقیات و روایات کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ محنت کریں اور اصل مقصد حیات اور رضائے الٰہی کے حصول کو ہمیشہ اولین درجہ پر رکھتے ہوئے اپنے تربیتی انداز کو بہتر کریں۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الخَالِقِ (سنن الترمذی) یعنی مخلوق کی ایسی بات نا مانی جائے جس میں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو، اس حدیث کو اپنی زندگی کا اصول بنا لیا جائے اور پھر اپنے علم میں اضافہ کی کوشش کو جاری رکھا جائے تو شاید یہ کام ممکن ہو سکے۔

آج کل کے نئے نئے الفاظ اور ان کے مطالب سمجھنا کیا یہ مشکل کام ہے، چلیے اسے کچھ آسان کرتے ہیں، مثال کے طور پر اس تحریر کا عنوان جو ایک تفریحی انداز میں بولا گیا تھا، لیکن یہ بات کہنا غلط نا ہوگی کہ ہم دن میں اس لفظ کو کئی بار سنتے ہیں کس gadget، کس کس بچے کی زبان سے سنا، سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والا یہ لفظ کب ہماری گفتگو کا حصہ بن گیا، ہمیں معلوم ہی نہیں۔ اسی طرح کے دیگر الفاظ Quarantine ,Corona ,pandemic یہ الفاظ 2021 سے قبل غیر معروف تھے، لیکن خاص طور پر سوشل میڈیا پر انہیں اتنا استعمال کیا گیا کہ اب Generation Y کو بھی ان کے مطالب معلوم ہیں۔

انگریزی میں ایک محاورہ ہے :

When something is free you are the product.

جی ہاں بلکل ایسا ہی ہے کہ ہمارے ذہن کو اسی طرح سے خریدا جا رہا ہے۔

ہم روزانہ فیس بک، انسٹاگرام، یوٹیوب، ٹک ٹاک، گوگل، اور نہ جانے کتنے پلیٹ فارمز استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ یہ سب کچھ مفت ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان پلیٹ فارمز پر ہم ہی اصل ''پروڈکٹ'' ہیں۔ ہماری توجہ (Attention)، ہمارا وقت، ہمارے رجحانات اور سب سے بڑھ کر ہماری ذاتی معلومات (Data) یہ سب ان کمپنیوں کے لیے سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ انڈرائڈ فون Android phone کا استعمال اب انتہائی عام ہو چکا ہے، نا چاہتے ہوئے بھی انگلیاں Scrolling(Up/Down) کر رہی ہوتی ہیں، ایسے میں جب ہم کسی پوسٹ کو لائیک کرتے ہیں، ویڈیو دیکھتے ہیں یا کسی لنک پر کلک کرتے ہیں، تو ہم دراصل اپنی پسند اور عادتیں ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ کمپنیاں ان معلومات کو جمع کر کے اشتہارات بیچتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ ہم اپنی آنکھوں اور ذہن کا کرایہ ان کمپنیوں کو مفت میں دے رہے ہیں، اور بدلے میں وہ اربوں ڈالر کما رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کا دور ڈیٹا کا دور کہلاتا ہے۔ پہلے سونا اور تیل سب سے قیمتی اثاثہ تھے، لیکن اب انسانی ڈیٹا سب سے مہنگی کرنسی بن چکا ہے۔ ایسے میں ہم مثبت طریقہ استعمال کریں جس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صرف مستند علما اور معتبر اداروں کے چینلز، پیجز اور ویب سائٹس کو فالو کریں اور غیر مستند، غیر علمی یا صرف جذباتی بیانات دینے والوں سے بچیں۔ سوشل میڈیا کو صرف ابتدائی دروازہ سمجھیں۔ مزید گہرا علم کتابوں، کورسز یا کسی استاد سے حاصل کریں اور یاد رہے کہ صرف سیکھنا ہی مقصود نا ہو بلکہ اس کو اپنے عمل کا حصہ بنانا بھی ضروری ہے جیسے شاعر نے کیا خوب کہا ہے :ے

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور جدید تعلیم کے رموز، سب کو سیکھنا، سمجھنا یہ سب تو شاید اپنے بچوں یا طلبہ کی دنیا میں داخل ہونے کے لیے پہلا زینہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ محبت بھرے انداز، بے خوف لہجے اور بغیر حکم چلاتے ہوئے مکالمے میں بچوں سے بات کرنا۔ اپنے زمانے سے نکل کر اپنے بچوں کو سننا ہوگا، ان کی بات سمجھنا ہوگی اور ان پر اپنی سوچ مسلط کرنے کی بجائے حکمت کے ساتھ چلنا ہوگا۔ بچوں کی نفسیاتی کیفیتوں کو سنجیدگی سے لینا ہوگا۔ ڈپریشن، اینگزائٹی اور سماجی دباؤ وغیرہ کوئی 'کمزوری'' نہیں، بلکہ ایسی آوازیں ہیں جنہیں سننے کے لیے کان نہیں بلکہ دل درکار ہے۔ے

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اپنے اقدار کو نئے دلوں میں ڈھالنے کے لیے دین کو محبت، دلیل کے ساتھ اور عمل کے آئینے میں پیش کرنا ہوگا ڈنڈے سے نہیں۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

خود عملی نمونہ بننا ہوگا۔ اگر آپ سچ بولیں گے، ایمانداری کا دامن نہیں چھوڑیں گے، اور مشکلات سے نہیں گھبرائیں گے تو آپ کی اولاد اور زیرِ سایہ بھی آپ کے پیچھے چلے گی۔ے

عمل سے زِندگی بنتی ہے، جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام امور میں خیر و عافیت اور قابلیت و قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

مطالعۂ سیرت النبی ﷺ: اہمیت وافادیت

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، معاون شعبہ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

تاریخِ انسانیت میں بے شمار ایسی شخصیات گزری ہیں جنھوں نے علم، فن، فلسفہ، شاعری یا عسکری میدانوں میں اپنی مہارت کے جوہر دکھا کر شہرت حاصل کی۔ کبھی کسی کا نام بطور بادشاہ لیا گیا، کسی کو فاتح کہا گیا، اور کسی کو عظیم مفکر یا فلسفی کے طور پر یاد کیا گیا۔ ان کی زندگیاں بلاشبہ علم و دلچسپی کا پہلو رکھتی ہیں، لیکن حقیقت میں وہ ہستیاں حقیقی عظمت کی مستحق ہیں جنھوں نے اپنے علم، عمل اور کردار سے انسانیت کو روشنی عطا کی۔ وہ برگزیدہ ہستیاں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صورت میں دنیا میں مبعوث ہوئیں اور اپنے قول و فعل سے ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ تاہم جب انسانیت کو ایک ایسے رہنما کی ضرورت محسوس ہوئی جو قیامت تک کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہو، تو اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین'' بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ پر اللہ کا آخری اور مکمل کلام، قرآنِ مجید نازل ہوا، جو ہر دور کے انسان کے لیے ہدایت کا ابدی منبع ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے آخری نبی کی حیثیت سے بھیجا گیا، اس لیے آپ کی سیرت کو بھی ہمیشہ کے لیے کامل ترین نمونہ قرار دیا گیا۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ [الاحزاب: 21]

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یومِ آخرت سے امید رکھتا ہے۔''

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر عمل میں کسی نہ کسی بہترین نمونے کی تلاش کرتا ہے تاکہ اپنی زندگی کو عمدگی سے سنوار سکے۔ اور چونکہ زندگی ایک بار ملنے والا عطیۂ الٰہی ہے، اس لیے اس کے ہر لمحے کو بہتر انداز میں گزارنے کی آرزو انسان کے اندر فطری طور پر پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالقِ کائنات نے انسان پر اپنا یہ عظیم احسان فرمایا کہ اس کے سامنے نبی آخر الزمان ﷺ کی صورت میں کامل ترین نمونہ پیش کر دیا۔ ایسا نمونہ جو نہ صرف دنیاوی زندگی کو سنوارنے کا ذریعہ ہے بلکہ اخروی فلاح و نجات کی ضمانت بھی۔

سیرت محمدی ﷺ کا امتیاز:

سیرتِ نبوی ﷺ کو دیگر تمام شخصیات کی سیرتوں پر جو امتیاز حاصل ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو کچھ تعلیم دیا، اس پر خود بھی کامل طور پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ محض اقوال یا نظریات کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ قول و فعل کا حسین امتزاج ہے۔ آپ ﷺ کی ذات ان تمام اعلیٰ اخلاق و اوصاف کا عملی نمونہ تھی جن کی آپ تعلیم دیتے تھے۔

بہت سے لوگ بلند نظریات اور دلکش فلسفے بیان کر سکتے ہیں، لیکن ان پر عمل پیرا ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ایک کامل ضابطۂ حیات پیش کیا، بلکہ اسے اپنی زندگی میں نافذ کر کے انسانیت کو عملی راہنمائی فراہم کی۔

یہی پہلو سیرتِ محمدی ﷺ کو دنیا کی ہر سیرت سے ممتاز کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے آپ ﷺ کی زندگی کو ''اسوۂ حسنہ'' قرار دے کر قیامت تک کے انسانوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی زندگی وہ روشن مثال ہے جس میں انسان اپنی ہر حالت، ہر کیفیت اور ہر مرحلے کے لیے ہدایت پا سکتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی ہمہ گیریت :

رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ زندگی کے ہر شعبے، ہر گوشے اور ہر پہلو کو محیط ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی عطا فرمائی، بلکہ خود ان تعلیمات پر عمل کر کے ان کی عملی تفسیر بھی بن گئے۔ اس طرح ہمیں زندگی کے ہر مرحلے میں ایک روشن، متوازن، معقول اور عملی راستہ دکھایا گیا۔ آپ ﷺ کی سیرتِ پاک ہر طبقہ، ہر گروہ، اور ہر فرد کے لیے فرداً فرداً اور اجتماعاً مکمل ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی بچپن میں یتیمی اور بے سہارگی کا شکار ہو، تو اسے آمنہ اور عبداللہ کے لعل، محبوب دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں صبر، سکون اور سہارا ضرور ملے گا۔ نوجوانوں کے لیے آپ ﷺ کی عفت و پاکیزگی ایک عظیم مثال ہے کہ جو حیا میں کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر تھے۔ تاجروں کے لیے مکہ کے اس سچے تاجر کا کردار مشعلِ راہ ہے جس کی دیانتداری کا شہرہ شام تک پھیلا ہوا تھا، جسے ''صادق'' و ''امین'' کا لقب اس کی اپنی قوم نے دیا۔ حکمران اگر اقتدار میں انکساری دیکھنا چاہیں تو مدینہ کے اس سربراہ کو دیکھیں جو مکہ میں فتح کے وقت بھی عاجزی سے اپنا سر اونٹ کی پشت تک جھکائے داخل ہوا۔ اساتذہ کے لیے صفہ کے معلمِ اعظم ﷺ کی شفقت، دلسوزی اور علم دوستی ایک مثالی نمونہ ہے۔ شاگردوں کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے ادب و انکسار سے بیٹھنے والے شاگردِ اوّل ﷺ کی سیرت میں سبق ہے۔ مبلغین وواعظین کے لیے منبرِ نبوی ﷺ سے ادا ہونے والے سادہ مگر دلنشین خطاب روشنی کا مینار ہیں۔ شوہروں کے لیے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے شوہر کی حیثیت سے آپ ﷺ کی محبت، احترام اور حسنِ سلوک قابلِ تقلید ہے۔ اور اگر آپ والد ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ اور حسنین کریمین کے نانا ﷺ کی شفقت، محبت اور تربیت آپ کے لیے مینارۂ نور ہے۔ اگر آپ مزدور یا محنت کش ہیں تو خندق کھودنے والے، مسجد نبوی تعمیر کرنے والے اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنے والے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ آپ کو فخر کے ساتھ عمل کا پیغام دیتی ہے۔ جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا :

''تم جو کوئی بھی ہو، اور جس حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہارے سیرت و اخلاق کی درستگی کے لیے سامان، تمہارے ظلمت کدہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد ﷺ کی حیات کامل اور سیرت پاک میں ہر وقت مل سکتا ہے۔''

اسی لیے ہر انسان، ہر مزاج، اور ہر طالب حق کے لیے سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ نہ صرف ایک ہدایت کا ذریعہ ہے بلکہ نجات کی کنجی بھی ہے۔

قرآن نے آپ ﷺ کے بارے میں خود گواہی دی :

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ [القلم: 4] ترجمہ : ''اور بے شک آپ ﷺ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔''

اور آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا :

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ (مسند احمد، رقم الحديث: 8952) ترجمہ : ''مجھے مبعوث ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کردوں''۔

اسوۂ رسول ﷺ : ایک دائمی ماڈل

نبی کریم ﷺ کی سیرت ہر دور، ہر نسل اور ہر انسان کے لیے ایک کامل اور دائمی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے، جس کا ہر صفحہ روشن، واضح اور محفوظ ہے۔ آپ کی سیرت میں کوئی گوشہ ایسا نہیں جو دھندلا، مبہم یا پوشیدہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا اسوہ آج بھی اتنی ہی تازگی اور رہنمائی رکھتا ہے جتنی چودہ سو سال پہلے تھی۔ چونکہ آپ ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے آخری نبی بنا کر بھیجا گیا اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس لیے آپ ﷺ کی ذات ہی اب ہدایت کا آخری اور کامل ذریعہ ہے۔ جو شخص خلوصِ نیت سے آپ کی سیرت کے سرچشمے سے فیضیاب ہو جائے، وہ کبھی کسی اور دروازے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

نبی کریم ﷺ کی ذات میں انسانیت کے ممکنہ اعلیٰ ترین کمالات مکمل طور پر جلوہ گر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ''انسانِ اعظم''، ''رہبرِ کامل'' اور ''محسنِ انسانیت'' جیسے عظیم القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں بے شمار بڑی شخصیات گزری ہیں، لیکن ''انسانِ کامل'' کا تاج صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر پر ہے۔ آپ کی تعلیمات کی روشنی نے کروڑوں انسانوں کو راہ دکھائی، لاکھوں علما اور مصلحین نے اسی نور سے علم و عمل کے چراغ روشن کیے۔ آج بھی دنیا کے ہر خطے میں آپ ﷺ کا پیغام گونج رہا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ

کے احسانات سے تو واقف ہیں، مگر آپ کی ذاتِ اقدس سے واقفیت نہیں رکھتے۔ سیرت کا مطالعہ ہی وہ راستہ ہے جو ہمیں اس تعارف تک لے جاتا ہے۔ ایک ایسا تعارف جو صرف علم نہیں، بلکہ عمل، شعور اور روحانی بیداری کا ذریعہ بنتا ہے۔

ہدایت کے دو بنیادی ستون: کتاب اللہ اور سیرتِ رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ اپنی کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ یہ دونوں "کتاب اللہ اور رسول اللہ" ہدایت کا مکمل نظام تشکیل دیتے ہیں۔ کتاب میں اصول و احکام ہوتے ہیں، جب کہ رسول ان اصولوں کی عملی تعبیر بن کر ان کی روشنی میں زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب کسی قوم نے صرف رسول کی شخصیت سے وابستگی اختیار کی اور کتابِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال دیا، جیسا کہ نصاریٰ نے کیا، تو وہ افراط کا شکار ہو گئے اور اپنے نبی کو پہلے خدا کا بیٹا اور پھر خود خدا بنا بیٹھے۔ دوسری طرف جنہوں نے صرف کتاب سے تعلق رکھا اور نبی کی سیرت کو نظر انداز کر دیا، جیسے کئی دیگر مذاہب میں ہوا، وہ صرف الفاظ کے جال میں الجھ کر رہ گئے اور ہدایت سے محروم ہو گئے۔

اس لیے یہ بات واضح ہے کہ قرآن اور سیرت کو جدا کر کے نہ دین سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس پر عمل ممکن ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور نبی ﷺ اس کی عملی تشریح۔ آپ ﷺ نے نہ صرف ان آیات کو انسانوں تک پہنچایا بلکہ ان کا مفہوم واضح کیا، ان پر عمل کیا، دلوں کا تزکیہ کیا اور ایک صالح معاشرہ قائم کر کے دکھایا۔ لہٰذا قرآن کو سمجھنے کے لیے سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی ناگزیر ہے، اور سیرت کو سمجھنے کے لیے قرآن کی بنیاد شرط ہے۔ ان دونوں کا گہرا باہمی تعلق ہے، جو جس قدر مضبوطی سے سمجھا جائے، ہدایت اتنی ہی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی قرآن کو صرف ایک مقدس کتاب سمجھ کر پڑھتا رہے مگر نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ناآشنا ہو، تو اس پر قرآن کی گہرائی کبھی نہیں کھلے گی۔ اور اگر کوئی سیرت کے واقعات کو محض تاریخی دلچسپی کا ذریعہ سمجھے، بغیر یہ سمجھے کہ وہ قرآن کے عملی مظاہر ہیں، تو وہ سیرت کی اصل روح سے محروم رہے گا۔ قرآن اور سیرت کا مشترکہ مشن یہ ہے: انسانی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق سنوارنا۔ جو شخص اس مقصد کو سمجھ لے، وہ دین کی روح تک پہنچ جاتا ہے، اور جو اس سے غافل ہو، اس کے لیے دین محض الفاظ اور رسمی عبادات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کی بنیاد:

نبی کریم ﷺ کی پوری انقلابی دعوت کی بنیاد صرف ایک جملہ تھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، یہ محض ایک عقیدہ نہیں، بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر پیغام تھا جس نے فرد، خاندان، معاشرہ اور ریاست سب کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ کا دل ابتدا ہی سے غور و فکر اور انسانی درد کے احساس سے لبریز تھا۔ معاشرتی بگاڑ پر کڑھتے، تنہائیوں میں غارِ حرا کی خلوتوں میں غور کرتے، مگر نبوت سے پہلے عملی اقدام نہ کیا۔ جب آپ ﷺ وحی سے منور ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے انسانوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، کا پیغام دیا، یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی الٰہ نہیں، بااختیار نہیں، حلال و حرام کا قانون دینے والا اور جزا و سزا کا مالک نہیں، نفع نقصان کا مالک اور رازق نہیں، صرف وہی اکیلا رب ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، کے ذریعے واضح کیا کہ زندگی کا اصل علم وہ ہے جو وحی کے ذریعے ملا ہے۔ اسی سے عقل انسانی کو سوچنے کے لیے رہنما اصول ملتے ہیں۔ اللہ کے احکام اور ہدایت اب صرف اور صرف محمد ﷺ کے توسط سے یسر آ سکتی ہے، کیوں کہ آپ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اس دعوت کو پوری اخلاص اور دیانت کے ساتھ ہر موقع پر پیش کیا، میلوں میں، بازاروں میں، قبیلوں کی مجلسوں میں، حج کے موقع پر، حتیٰ کہ مکہ کے پہاڑ اور مدینہ کے گلی کوچے بھی اس آوازِ حق سے گونج اٹھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے: اے لوگو! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہو، فلاح پا جاؤ گے۔ ایک اور موقع پر فرمایا: مَنْ يَنْصُرُنِي، حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي (مسند احمد، رقم الحدیث:14456) ترجمہ: "کون میری مدد کرے گا کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں۔ یعنی میری مدد کرو تاکہ میں وہ پیغام مکمل کر سکوں جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔" یہی کلمہ توحید و رسالت آپ ﷺ کی دعوت کی بنیاد، اصلاح کا مرکز اور انقلاب کا نقطۂ آغاز تھا، جس نے دل بدلے، کردار بدلے، اور تاریخ کا رخ بدل کر رکھ دیا۔

نصب العین کی صداقت پر یقین کامل:

نبی اکرم ﷺ کو اپنے مشن اور نصب العین کی صداقت پر ایسا کامل یقین تھا کہ حالات کی سختی اور ناموافق ماحول بھی آپ کے عزم کو متزلزل نہ کر سکے۔ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو اذیتیں سہتے دیکھتے تو تسلی دیتے اور فرماتے:

وَلَيُتِمَّنَّ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3852)

ترجمہ: ''اس دین اسلام کو تو اللہ تعالیٰ خود ہی ایک دن تمام و کمال تک پہنچائے گا کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک (تنہا) جائے گا اور (راستے) میں اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف تک نہ ہوگا۔''

اسی یقین کے ساتھ آپ ﷺ نے ہجرت کے سفر میں سراقہ کو خوشخبری دی: ''سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔'' (اور بعد ازاں وہی سراقہ ان کنگنوں کو پہننے والا پہلا شخص بنا جب ایران فتح ہوا۔) ایسی متعدد پیشین گوئیاں سیرت میں ملتی ہیں، جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یقینِ کامل تھا کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی مدد سے انسانیت کا پورا معاشرہ خوفِ الٰہی، فکرِ آخرت، تقویٰ اور عدل و انصاف کی بنیاد پر استوار ہوگا۔ فساد و ظلم کا خاتمہ ہوگا اور ہدایت کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوگا۔

نصب العین کے حصول کے لیے آپ ﷺ کی جدوجہد

نبی کریم ﷺ نہ صرف ایک حکیم و دانا رہنما تھے، بلکہ آپ کی سیرت کا ہر پہلو مکمل تمدنی شعور کا مظہر ہے۔ آپ نہ تو محض فلسفی تھے کہ صرف بلند نظریات پیش کرتے اور نہ ہی صرف شیریں مقال واعظ تھے کہ صرف وعظ و نصیحت پر اکتفا کرتے، بلکہ آپ ﷺ کا نصب العین حیاتِ انسانی کی مکمل تبدیلی اور ایک ہمہ جہت انقلابی معاشرہ قائم کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے بھی کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کو قبول کیا، اس کی زندگی فوراً بدل گئی۔ وہ سابقہ جاہلیت، اخلاقی گراوٹ، اور کفر کی تمام قبیح روایات کو چھوڑ بیٹھا۔ اس کی ایک واضح مثال حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نجاشی کے دربار میں کی گئی تقریر ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، بت پرست اور مردار خور تھے، بدکاری اور قطع رحمی ہمارا معمول تھا۔ ہم ہمسایوں پر ظلم کرتے، طاقتور کمزور کو دبا لیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک رسول ﷺ مبعوث فرمایا، جنہیں ہم ان کے صدق، امانت اور پاکیزگی کی وجہ سے خوب جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت، سچ بولنے، امانت داری، صلہ رحمی، ہمسایوں سے حسنِ سلوک، فحاشی سے بچنے، خونریزی نہ کرنے، یتیموں کا مال نہ کھانے، عورتوں پر جھوٹے الزام نہ لگانے اور نیکی کا حکم دیا۔ ہم نے ان کی بات مانی، ان پر ایمان لائے، اور ان کی اتباع کی۔ لیکن ہماری قوم نے ہم پر ظلم کیا، ہمیں اذیتیں دیں اور دوبارہ کفر کی طرف پلٹنے پر مجبور کیا۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھا تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے آ گئے۔ ہمیں امید ہے کہ یہاں ہمیں ظلم سے نجات ملے گی۔''

یہ تقریر اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محض عقائد ہی نہیں، بلکہ پورے معاشرتی نظام کو بدلا۔ آپ ﷺ نے معاشرے کے سلیم الفطرت افراد کو تلاش کیا۔ جس کے دل میں حق کی روشنی جاگی، اسے دین کے نظم میں شامل کیا، اس کی تربیت فرمائی، اور پھر اس کو اپنے ساتھ جدوجہد میں شامل کر لیا۔ آپ نے ان افراد کو فکری، عملی، اور سیاسی اعتبار سے تیار کیا، اور پھر انہی افراد کو جاہلی نظام کے مقابل لا کھڑا کیا۔ یہ انقلاب صرف فکری یا اصلاحی نہیں تھا، بلکہ عملی اور عسکری میدانوں میں بھی ظاہر ہوا۔ نیک فطرت لوگ، بہترین قیادت کے زیرِ تربیت آ کر ایسی طاقت بن گئے کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو للکارنے لگے، اور آخر کار انہیں شکست دے کر اسلامی نظام قائم کر دیا۔

مصائب کی شدت:

اس بے مثال جدوجہد کے دوران نبی کریم ﷺ کو کس قدر مصائب اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کا اندازہ خود آپ کے اقوال سے ہوتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2472)

ترجمہ: ''مجھے اللہ کی راہ میں ایسا ڈرایا گیا کہ اس طرح کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھے ایسی تکلیفیں پہنچائی گئی ہیں کہ اس طرح کسی کو نہیں پہنچائی گئیں، مجھ پر مسلسل تیس دن و رات گزر جاتے اور میرے اور بلال کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوتا کہ جسے کوئی جان والا کھائے سوائے تھوڑی سی چیز کے جسے بلال اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی اور اس کے دین کے اظہار کے لیے آپ نے کس قدر جسمانی تکالیف برداشت کی ہیں، اور اس

پر مستزاد یہ کہ مسلسل کئی کئی دن گزر جاتے اور آپ بھوکے رہتے، ظاہر ہے بلال نے اپنی بغل میں جو کچھ چھپا رکھا تھا، وہ کب تک ساتھ دیتا، اس حدیث میں داعیان حق کے لیے عبرت و نصیحت ہے۔

اسی طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی کیفیت یوں بیان فرمائی:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا [الکہف: 6] ترجمہ: ''اب (اے پیغمبر ﷺ!) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے۔''

محسن انسانیت کا عظیم ایثار:

نبی کریم ﷺ کی 23 سالہ عظیم جدوجہد اور مسلسل محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی اور آپ کا مشن مکمل ہوا۔ اس دوران آپ ﷺ نے بے مثال ایثار کا مظاہرہ کیا اور کبھی کوئی صلہ یا معاوضہ طلب نہ کیا۔ آپ ﷺ اس اصول پر کاربند تھے:

فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۙ [یونس: 72]

ترجمہ: ''میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت تو نہیں مانگی میرا اجر کسی اور نے نہیں، اللہ نے ذمے لیا ہے۔''

(۱) معاشی لحاظ سے:

نبوت سے قبل آپ ﷺ ایک کامیاب تاجر تھے۔ نبوت ملنے کے بعد آپ نے اپنا سارا سرمایہ اللہ کے دین کی تبلیغ پر صرف کر دیا۔ فتح و نصرت کے بعد بھی آپ نے سادگی اور فقر کو ترک نہ کیا۔ ازواج مطہرات نے کچھ بہتر معاشی حالت کا مطالبہ کیا تو اللہ کے حکم سے اسے رد کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے گھر میں نہ مال و دولت کا ذخیرہ تھا، نہ کوئی ذاتی خادم یا دربان۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ کے گھر میں صرف چند ہتھیار موجود تھے، کوئی قیمتی سامان نہ تھا۔

(۲) سیاسی لحاظ سے:

آپ ﷺ نے ہمیشہ اللہ کے احکامات نافذ کیے اور خود بھی ان کے پابند رہے۔ آپ نے کبھی کسی کو زبردستی اپنا حکم منوانے پر مجبور نہ کیا۔ یہود و منافقین کی سازشوں کے باوجود آپ نے نہ کسی کو قید کیا، نہ ایمرجنسی عدالتیں قائم کیں۔ آپ نے تنقید کا حق دیا، اختلاف کی آزادی دی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورے کر کے ان پر عمل بھی کیا۔

(۳) سماجی لحاظ سے:

سماجی مساوات آپ ﷺ کا نمایاں وصف تھا۔ مجلس میں سب کے ساتھ برابر بیٹھتے، کسی کے لیے کھڑے ہونے کو ناپسند فرماتے۔ آپ کے لباس، رہن سہن اور طرزِ زندگی میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ مسجد کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی، آپ ﷺ ہر موقع پر خود شریک ہوتے۔ قرض خواہوں کو تلخ انداز میں تقاضا کرنے کی اجازت دی اور خود کو انتقام کے لیے پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے نہ قانونی برتری کا دعویٰ کیا نہ سماجی امتیاز کا مظاہرہ۔

بے مثال ایثار کا نتیجہ: تکمیلِ دین کی بشارت

آپ ﷺ کی بے غرض محنت، ایثار اور قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل کا اعلان فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [المائدۃ: 3]

ترجمہ: ''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

سب سے بڑی نعمت: نبی ﷺ کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بے شمار نعمتیں فرمائیں، لیکن کسی نعمت کو اتنا بڑا احسان قرار نہیں دیا جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [آل عمران: 164]

ترجمہ: ''خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے۔ جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ [آل عمران: 31]

ترجمہ : ''(اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

یعنی اتباعِ نبوی ہی حبِ خداوندی کے حصول کی ضامن ہے، جو شخص آپ کی اتباع نہ کرے وہ کبھی خدا کا محبوب نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ قرآن و سنت میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کو انسانیت کے لیے عظیم نعمت اور اہلِ ایمان کے لیے آپ کی اتباع کو شرطِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا :

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء: 80] ترجمہ : ''جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی''۔

یعنی رسول کی اطاعت نہ کرنا دراصل اپنے اعمال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ سورۃ محمد میں ارشادِ ربانی ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَـكُمۡ [محمد: 33]

ترجمہ : ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور (رسول کی اطاعت نہ کر کے) اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال اس وقت شرفِ قبولیت حاصل کر سکتے ہیں جب تک آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے بلکہ کوئی عمل عملِ صالح ہی تب کہلا سکتا ہے جب وہ سنت کے مطابق ہو۔ جب کوئی عمل آپ کے طریقہ مبارک سے ہٹ کر کیا جائے گا تو وہ باطل اور مردود ٹھہرے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ [الحشر: 7]

ترجمہ : ''اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

اسی طرح حدیث میں بھی اتباعِ سنت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي (صحيح البخاري، رقم الحديث: 7137)

ترجمہ : ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

ہمارے کرنے کا کام :

اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی مکمل پیروی کا حکم دیا ہے۔ یہی ہماری نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔ لیکن اس اطاعت کے لیے صرف زبان سے دعویٰ کافی نہیں، بلکہ دل میں تین چیزیں ضروری ہیں : معرفت، محبت اور تعظیم۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کو پہچانیں گے، ان سے سچی محبت کریں گے اور دل سے ان کی عظمت کا اقرار کریں گے، تب ہی اتباع کا جذبہ مضبوط ہوگا۔ یہ جذبہ سیرتِ پاک کے مسلسل مطالعے سے پیدا ہوتا ہے۔ سیرت صرف جاننے کے لیے نہیں، جینے کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ کس طرح ایک فرد، محبت، قربانی اور حق گوئی کے ذریعے معاشرے میں انقلاب لا سکتا ہے۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم خود کو نبی ﷺ کی انقلابی جماعت کا ایک سپاہی سمجھیں۔ پہلے اپنی اصلاح کریں، پھر اپنے معاشرے میں بھلائی، سچائی اور عدل کی روشنی پھیلائیں۔ اگر ہم اخلاص کے ساتھ سیرت کو اپنائیں تو وہی سیرت ہمارے دلوں میں روشنی، عمل میں طاقت، اور زندگی میں مقصد پیدا کر دے گی۔ یہی سچی اتباع ہے، یہی کامیابی کی ضمانت ہے، اور یہی نبی ﷺ کے پیغام کی روح ہے۔

نبی کا نقشِ قدم ہے چراغِ راہِ حیات
جو اس کے ساتھ چلا، وہی راہ پا گیا

ابراہم اکارڈ

حافظ عبدالرافع ماجد

سابق طالب علم سال دوم، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد

بین الاقوامی سیاست میں مشرقِ وسطیٰ ہمیشہ سے ایک حساس اور متنازعہ خطہ رہا ہے۔ ایسے میں 2020ء میں امریکہ کی ثالثی سے ایک نیا اکارڈ سننے میں آیا۔ یہ ابراہم اکارڈ ہے، یہ ابراہم اکارڈ ایک نیا موڑ تھا، جس نے دنیا بھر میں سیاسی، مذہبی، اور معاشی سطح پر کئی سوالات اٹھا دیے۔ جسے ابراہم اکارڈ کا نام دیا گیا۔ آخر یہ ابراہم اکارڈ کیا ہے، یہ ابراہم اکارڈ کیوں بنایا گیا ہے، کیوں اس ابراہم اکارڈ کو منوانے کی کوشش کی جا رہی ہے، امریکہ مسلم ممالک پر کیوں دباؤ ڈال رہا ہے کہ مسلم ممالک ابراہم اکارڈ کا حصہ بنیں، یہ ابراہم اکارڈ دراصل اسرائیل کو تسلیم کرنے کی ایک سازش ہے کہ تمام ممالک کو مشترکہ معاملات میں جوڑا جائے اور اسرائیل کے ساتھ تجارتی تعلقات کو بڑھا کر گویا اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے۔

ابراہم اکارڈ۔۔۔ایک چال

ابراہم اکارڈ اسرائیل اور اس کے اتحادیوں کی جانب سے ایک چال ہے کہ تینوں مذاہب کے لوگ اسے قبول کرلیں مسلمان، عیسائی، یہود، کیوں کہ ان کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ تو ان کو مشترکہ معالات میں جوڑ کر تجارتی و سماجی تعلقات کو بنایا جائے۔ یہ ایک چال ہے کہ ان مذاہب کے لوگ اس کے ساتھ تجارت کا حصہ بنیں۔ اور ان کے دماغوں کو قائل کیا جائے تاکہ اسرائیل کو جلد تسلیم کرلیں یا اسرائیل کو تسلیم کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہ آئے۔

ابراہم اکارڈ کو تسلیم کرنے کی وجہ:

ابراہم اکارڈ کو تسلیم کرنا اسرائیل کو تسلیم کرنے کی پہلی سیڑھی ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھا کر معاشی و سماجی فوائد حاصل کرنا، اور مشرقِ وسطیٰ میں تجارت بڑھے گی۔ جس کے نتیجے میں ابراہم اکارڈ کو تسلیم کرنے والے ممالک کو کئی مفادات ملے گیں، ٹیکنولوجی، سیکیورٹی سسٹم، تجارت، اکانومی میں اضافی وغیرہ۔

متحدہ عرب امارات (UAE) اور بحرین کا ابراہم اکارڈ کا حصہ بننے کے بعد دسمبر 2020 میں مراکش سے امریکہ نے سودا کرکے مراکش کو ابراہم اکارڈ کا حصہ بنایا، اور اسے مراکش کے مغربی حصہ میں خود مختاری دے دی گئی۔ پھر جنوری 2021 میں سوڈان ابراہم اکارڈ کا حصہ بنا تو اس پر لگے بین الاقوامی الزامات کو رفع کردیا گیا۔ اس کو دہشتگردی کی فہرست سے نکال دیا گیا۔ اور بھاری بھر کم مالی امداد بھی کی گئی۔ اسی کے ساتھ جو ملک بھی اس کا حصہ بنے گا اس کو فوائد حاصل ہوں گی۔

ابراہم اکارڈ میں بیت المقدس و فلسطینی مسلمان:

ابراہم اکارڈ میں مسجدِ اقصیٰ اور غزہ کی صورتِ حال کو بالکل نظر انداز کیا گیا۔ کہیں اس میں بیت المقدس اور غزہ کے حوالے سے کوئی گفتگو نہیں ہے۔ جب کہ مسلم ممالک کی یہ پالیسی ہے کہ جب تک فلسطین کی آزاد ریاست کو تسلیم نہ کی جائے، اسرائیل کے ساتھ کسی صورت میں کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اسی دوران عرب ممالک نے اپنے قومی مفادات کے لیے اس پالیسی کو نظر انداز کرکے ابراہم اکارڈ کا حصہ بن گئے کہ فلسطین کا مسئلہ تو ایک مدت سے جاری ہے ہم اپنے مفادات کو ترجیح دیں۔ اسرائیل کو مشرقِ وسطیٰ تک رسائی ملے گی اور ان ممالک کو تجارت ملے گی۔ ابراہم اکارڈ کا حصہ بننے والے ممالک کی تجارت میں کئی ملینز ڈالر کا اضافہ بھی ہوا، جب کہ امریکہ کو اس کے نتیجہ میں چودھراہٹ ملی۔

ان پورے تناظر میں سب سے زیادہ متاثر فلسطینی عوام ہوئی کہ عرب ممالک ابراہم اکارڈ کا حصہ بن رہے ہیں گویا اسرائیل کو تسلیم کرنے کا پہلا قدم اٹھا رہے ہیں، جب کہ یہ بات قابلِ قبول نہیں کہ مسجدِ اقصیٰ اور فلسطین کے حوالے کوئی گفتگو نہ رکھی جائے۔ اُدھر قتلِ عام، نسل کشی، بھوک کو ہتھیار بنایا جا رہا ہو، ہزاروں لاشیں ہوں، اور اشیا کو تقسیم کرنے کے لیے بارڈر پر بلا کر بمباری کی جائے۔ مسلمان بھائیوں کے گھروں کو گرایا جائے، قرآن و مساجد کی بے حرمتی کی جائے، جب کہ اسرائیل واضح طور پر اپنے عزائم دیکھائے، اور مسجدِ اقصیٰ کو منہدم کر کے 3rd ٹیمپل بنانے کے لیے کوشاں ہوں۔ تو کیا اس صورتِ حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ابراہم اکارڈ میں شامل ہو سکتے ہیں، اس میں نہ عیسائی محفوظ، نہ مسلمان محفوظ، اس موقع پر مسلمانوں کو یہ کہا جا رہا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی یہودیوں سے میثاقِ مدینہ کیا تھا۔ میثاقِ مدینہ میں واضح لکھا ہوا تھا کہ ان کے لیے ان کا دین ہمارے لیے ہمارا دین، اور نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا معاہدہ نہیں کیا جس میں مظلوموں کو چھوڑ کر ظالموں کا ساتھ دیا ہو۔ میثاقِ مدینہ کی مثال دے کر ایسے معاہدات کے جواز کی بات کرنا جو حضور ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہوں، اور مسلمانوں کو شامل کرنے کی کوشش کرنا، ایسا ممکن ہی نہیں کیوں کہ نبی مکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں۔

قرآن مجید سورۃ البقرہ آیت 129 میں ارشاد ربانی ہے: رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اے ہمارے رب! ایک رسول بھیج ان کے درمیان ان ہی میں سے، جو ان پر تیری آیات کی تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب علم اور حکمت کی باتیں سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔ گویا نبی مکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں، اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے مسلمان کسی ایسے معاہدہ کا حصہ بنیں۔

قرآنِ مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [النحل: 120] ابراہیم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [آل عمران: 95] پس ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرو اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [آل عمران: 65] ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے، بلکہ ابراہیم تو یکسو ہو کر فرمانبرداری کرنے والے تھے، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

اس کورس کا آغاز 13 اکتوبر 2025 سے ان شاء اللہ ہو رہا ہے۔

- داخلے کی آخری تاریخ 9 اکتوبر 2025 ہے۔ اس کورس کی کوئی فیس نہیں ہے۔ اور یہ کورس سرٹیفکیٹ کورس ہے۔
- ہر ہفتے کچھ ویڈیوز واٹس ایپ کمیونٹی پر بھیجے جائیں گے۔
- کورس کے دوران امتحانی پرچے بھیجیں جائیں گے جو کہ کرنے ضروری نہیں ہیں مگر سند حاصل کرنے کے لیے لازمی ہیں
- کم از کم 70 فیصد: شرکت کی سند کے لیے ضروری ہے۔ اور کورس کا دورانیہ کم و بیش 18 ہفتے ہو سکتا ہے
- واٹس ایپ کمیونٹی جوائن کرنے کے لیے درج ذیل لنک پر کلک کریں

https://chat.whatsapp.com/DTM3Yw0QN0FG8GNv9WDo8B

صرف واٹس ایپ کمیونٹی جوائن کرنا کافی ہے۔ مزید کوئی رجسٹریشن یا کوئی فارم نہیں ہے۔

- مزید معلومات کے لیے واٹس ایپ نمبر 923334030115+ پر رابطہ کیجیے۔

نظامِ تعلیم میں ''امتحانات'' کے نقصانات اور اس کا متبادل

(قسط اول)

حذیفہ بن آصف

امتحان ایک ایسا لفظ ہے جو طلبہ کی دھڑکنوں کو تیز، والدین کی امیدوں کو بیدار، اور اساتذہ کی مصروفیت کو دوگنا کر دیتا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے بیشتر تعلیمی نظاموں میں امتحانات کو علم کے پیمانے کی جانچ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ نصاب پڑھایا نہیں جاتا، رٹایا جاتا ہے۔ سوال پوچھا نہیں جاتا، یاد کروایا جاتا ہے۔ طالب علم سیکھنے کے عمل میں شامل نہیں ہوتا، بلکہ ایک دوڑ میں شامل ہوتا ہے، نمبر لینے کی دوڑ۔ ایسے میں نہ تنقیدی سوچ پنپتی ہے، نہ تخلیق کی چنگاری روشن ہوتی ہے اور نہ ہی عمل کی بھوک جنم لے پاتی ہے۔ یہ نظام نہ صرف ذہنی اور جذباتی دباؤ کا سبب بنتا ہے، بلکہ اصل مقصدِ تعلیم شعور، فہم، کردار سازی اور تخلیقی صلاحیت سے کوسوں دور لے جاتا ہے۔ ہر سال لاکھوں نوجوان، کاغذی امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے بھی عملی زندگی میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ کیا یہ محض اتفاق ہے یا نظام کی کوئی ایسی خرابی، جس پر کوئی سوال نہیں اُٹھا پا رہا۔

سوال تو یہ اٹھنا چاہیے کہ کیا موجودہ امتحانی نظام واقعی طالب علم کی علمی استعداد، فکری صلاحیت، قابلیت، فہم، اور شخصیت کا درست عکّاس ہے یا پھر یہ محض ایک یادداشت پر مبنی مشینی جانچ ہے، جو انسانوں کے علم کی کیفیت کو نمبروں کی کمیت سے تولنے میں مصروف ہے۔

آج کا طالبِ علم سالوں کی محنت کے بعد جب کمرۂ امتحان میں داخل ہوتا ہے، تو اُس کی نظر میں ''کامیابی'' صرف وہی ہے جو ایک مخصوص انداز میں دیے گئے چند سوالوں کے درست جوابات سے مشروط ہے۔ یہاں نہ اس کی تنقیدی صلاحیت دیکھی جاتی ہے، نہ تخلیقی زاویہ، نہ اخلاقی رویّہ، صرف ''کتنا یاد کیا ہے'' کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ تعلیم کا مقصد افراد کی شخصیت و کردار سازی سے بدل کر کچھ خاص اصولوں پر جانچ کر ڈگری تھما دینا گویا ''یہ مشین کام کر رہی ہے'' کی ایک مہر لگا دینا بن چکا ہے۔ خود سے یہ سوال بھی ضروری ہے کہ کیا ہم طالب علم تیار کر رہے ہیں یا ایسی مشینیں جو مخصوص جوابات دہرا سکیں۔

بد قسمتی سے یہی تصور ہمارے عصری اداروں کے ساتھ ساتھ دینی اداروں میں بھی رائج ہے۔ فرق صرف نصاب کا ہے، طریقہ کار وہی: پڑھو، یاد کرو، امتحان دو، اور سند حاصل کرو! یوں طالب علم بیزار، اساتذہ بیزار، اور تعلیم محض ایک بوجھ بن گئی ہے۔

بنیادی سوالات:

کیا موجودہ امتحانی نظام، تعلیم کی روح سے متصادم تو نہیں۔ کیا یہ نظام سیکھنے کی بجائے صرف امتحان پاس کرنے ہی کی فکر پیدا تو نہیں کر رہا۔ کیا دینی و دنیاوی ادارے امتحانات کے بوجھ سے طلبہ کی فکری صلاحیتوں کو محدود تو نہیں کر رہے، اور سب سے بڑھ کر، کیا امتحانات کا کوئی متبادل ممکن ہے۔

زیر نظر مقالہ ان ہی سوالات کے تناظر میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں نہ صرف امتحانی نظام کے فکری، نفسیاتی، اخلاقی اور عملی پہلوؤں پر تنقیدی روشنی ڈالی گئی ہے، بلکہ ایسے قابلِ عمل اور متوازن ماڈل کی تلاش بھی کی گئی ہے، جو نہ صرف علمی سطح پر مؤثر ہو، بلکہ طلبہ میں اعتماد، تخلیق، اور فکر کا چراغ بھی روشن کر سکے اور جو امتحان کو ایک مثبت، تعمیری اور جامع عمل میں تبدیل کر سکے۔ کیوں کہ تعلیم اگر شعور و ہدایت روشنی ہے، تو امتحان اس کی راہ کا چراغ ہونا چاہیے، نہ کہ رکاوٹ کا پتھر۔

امتحانات کا تاریخی پس منظر:

تعلیم انسانی معاشرت کی بنیاد ہے، مگر تعلیم کے اثرات اسی وقت مکمل اور واضح ہوتے ہیں جب اس کے نتائج کسی مربوط اور مؤثر نظامِ امتحان کے

ذریعے جانچے جائیں۔ تاہم امتحان کا جو تصور آج دنیا کے بیشتر تعلیمی اداروں میں رائج ہے، وہ ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا۔ امتحانی نظام کی تشکیل، ارتقا اور موجودہ شکل تک کا سفر ایک تاریخی، فکری اور سیاسی پس منظر رکھتا ہے جسے سمجھے بغیر ہم اس نظام کے فوائد و نقصانات کو پوری طرح نہیں جانچ سکتے۔

چین سے آغاز: سرکاری امتحانات کا اولین ماڈل:

تاریخی شواہد کے مطابق منظم امتحانی نظام کی ابتدائی بنیادیں چین میں رکھی گئیں، جہاں تانگ اور سونگ ادوار (618–1279 عیسوی) میں حکومت کے انتظامی عہدوں کے لیے Imperial Civil Service Examinations کا اجرا ہوا۔ ان امتحانات کا مقصد اہلکاروں کا انتخاب علمی قابلیت کی بنیاد پر کرنا تھا نہ کہ محض اشرافیہ یا وراثتی تعلقات پر۔ یہ امتحانات انتہائی مشکل، طویل اور ادبی نوعیت کے ہوتے تھے، جن میں کلاسیکی چینی ادب، کنفیوشس ازم، اور نظم و نثر پر عبور لازم تھا۔ اگرچہ یہ نظام میرٹ پر مبنی تھا، مگر جلد ہی یہ بھی رٹنے، سطحی علم اور نقل کے مسائل کا شکار ہونے لگا۔

برطانوی نوآبادیاتی اثر اور جنوبی ایشیا:

برطانوی استعمار نے 19 ویں صدی میں برصغیر کے نظامِ تعلیم کو نئی شکل دی۔ لارڈ میکالے کی 1835 کی مشہور رپورٹ کے نتیجے میں وہ تعلیمی نظام نافذ کیا گیا، جس کا مقصد ایک ایسی مقامی اشرافیہ تیار کرنا تھا جو زبان، فکر اور تہذیب میں یورپی اقدار سے ہم آہنگ ہو۔ امتحانی نظام یہاں صرف علمی جانچ نہیں بلکہ نظم و ضبط، درجہ بندی اور نوآبادیاتی کنٹرول کا آلہ بھی بن گیا۔ یادداشت پر مبنی تحریری امتحانات کو سرکاری اداروں، کالجوں اور بعد ازاں اسکولوں میں لازمی حیثیت حاصل ہوئی۔ یہ نظام نہ صرف تعلیمی فکر پر اثرانداز ہوا، بلکہ رفتہ رفتہ ایک ایسا ثقافتی رویہ پیدا ہوا، جہاں امتحان کا مقصد صرف سند حاصل کرنا، کامیاب ہونا، اور معاشرتی برتری حاصل کرنا بن گیا۔

اسلامی علمی روایت میں امتحانات کا تصور:

اسلامی تعلیم کی کلاسیکی روایت امتحانات کے موجودہ تصورات سے مختلف تھی۔ مکتب، مدرسہ اور جامعہ میں تعلیم و تربیت ایک مربوط، روحانی، اخلاقی اور علمی عمل تھا۔ اساتذہ شاگرد کی فکری و عملی حالت کا مشاہدہ کرتے، زبانی گفتگو، سوال و جواب، مطالعہ و مناظرہ کے ذریعے اس کی ترقی جانچتے تھے۔ سند (اجازت) صرف اس وقت دی جاتی تھی جب استاد کو یقین ہو جاتا کہ شاگرد علم، فہم، اور اخلاقی رویے میں تیار ہو چکا ہے۔ یہ روایت اس بات پر زور دیتی تھی کہ علم صرف معلومات کا ذخیرہ نہیں بلکہ ایک شعور، بصیرت اور ذمہ داری کا نام ہے۔ یہاں ''امتحان'' کا مفہوم محض کامیابی یا ناکامی نہیں، بلکہ استاد و شاگرد کے درمیان باہمی اعتماد، تربیت اور فکری رہنمائی تھا۔

جدید تعلیم، صنعتی انقلاب اور مسابقتی امتحانات:

19 ویں صدی کے صنعتی انقلاب اور بیوروکریٹک اداروں کے قیام کے بعد تعلیم کو بڑے پیمانے پر منظم کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اس کے نتیجے میں معیاری نصاب، یکساں امتحانات، اور گریڈنگ سسٹم متعارف کروایا گیا تاکہ اداروں کو مہارت یافتہ ملازمین میسر آسکیں۔ تاہم اس صنعتی ماڈل نے تعلیم کو ''پیداواری عمل'' میں تبدیل کر دیا، جہاں طالب علم ''پراڈکٹ'' بن گیا، اور امتحان اس کی 'کوالٹی چیک'۔ اس رجحان نے تعلیم کی روح، سوال کی اہمیت، اور سیکھنے کے ذاتی عمل کو دباؤ، مسابقت اور نمبرز کی دوڑ میں بدل دیا۔

امتحانی نظام کی موجودہ صورت:

آج امتحانات تعلیمی ڈھانچے کا ناگزیر جزو سمجھے جاتے ہیں، مگر ان کا مقصد اکثر صرف جانچ پڑتال تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ بورڈ امتحانات، یونیورسٹی انٹری ٹیسٹ، مقابلہ جاتی امتحانات، اور بین الاقوامی امتحانات، سب کسی نہ کسی درجے پر ایک ہی ذہنیت کی پیداوار ہیں، یعنی معیاری سیکھنے کی بجائے معیاری اسکورنگ۔ یہ نظام دنیا کے بہت سے ممالک میں آج چیلنج ہو رہا ہے۔ فن لینڈ، جاپان، جرمنی اور کئی دیگر ممالک میں اب ''سیکھنے کے دوران جانچ'' (formative assessment) اور ''پروجیکٹ پر مبنی جانچ'' جیسے ماڈلز کو اپنایا جا رہا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ امتحان طالب علم کی سیکھ کا ساتھی ہو، نہ کہ کوئی اضافی بوجھ۔

امتحانی نظام کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ ہمیشہ علم ناپنے کا مثالی اور کامل طریقہ نہیں رہا۔ یہ نظام بدلتا رہا ہے، اور اس کے پیچھے مختلف سماجی، سیاسی، ثقافتی اور فکری عوامل کارفرما رہے ہیں۔

عہد حاضر میں نظریاتی اداروں کا ممکنہ کردار

ام ابراہیم

طالبہ رجوع الی القرآن کورس، سال دوم

قرآن اکیڈمی کی روایت رہی ہے کہ یہاں وقتاً فوقتاً اسپیشل لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے عصر حاضر کے علما و مشائخ کو دعوت دی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں نہایت اہم موضوع پر ورک شاپ منعقد کی گئی جو کہ ''علم فاؤنڈیشن'' اور ''ای آر ڈی سی'' کے اشتراک سے کروائی گئی ہے۔ اس کے مقرر محترم سلمان آصف صاحب تھے جنھوں نے ''عہد حاضر میں نظریاتی اداروں کا ممکنہ کردار'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

گفتگو کے اہم نکات:

- جب بھی کوئی ادارہ بنتا ہے خاص طور پر دینی ادارہ تو ادارے کی کوشش ''branding'' نہیں ہونی چاہیے۔ ادارے کے ساتھ کے بجائے مقصد فرد کی تربیت، تزکیے اور مربی تیار کرنا ہونا چاہیے۔
- آج ہمارے قانونی اداروں میں جو کیس فائل ہو رہے ہیں، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قانون سازی ہی شریعت کے مطابق نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو قانون ہے اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔
- فرد کا تزکیہ نہ ہونے اور افراد کی تعلیم و تربیت نہ ہونے کے نتیجے میں یہ مقدمات بڑھتے جا رہے ہیں۔
- وہ ایشوز جو قانونی اداروں میں رپورٹ ہو رہے ہیں وہ تو صرف دو فیصد ہیں، اٹھانوے فیصد مسائل ایسے ہیں جو کسی ادارے میں رپورٹ نہیں ہو سکتے۔ کسی کو تکلیف پہنچانا، مزاجی تندہی کا معاملہ، عدم برداشت کا معاملہ یہ تمام معاملات ایسے ہیں جو کسی قانونی ادارے میں رپورٹ نہیں ہو رہے ہیں۔
- پہلے کوئی تنازعہ پیدا ہوتا تھا تو خاندان کا کوئی بڑا ایسا موجود ہوتا تھا جس کی حیثیت سیشن کورٹ یا ہائی کورٹ بلکہ بعض اوقات سپریم کورٹ کی سی ہوتی تھی۔ آج اداروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد تیار کریں جو معاشرے میں تربیت اور تزکیہ کو پروان چڑھائیں۔
- اگر ادارہ اچھا ہے تو بہت اچھی بات ہے، مگر ادارہ ہی فقط ہمارا مقصود بن جائے تو یہ غلط تصور ہے۔
- Capital اور انفراسٹرکچر کبھی بھی ادارے کا مقصود نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی کبھی تعداد مقصود ہونی چاہیے۔
- ہمارے اسلاف تعلیم و تربیت اپنے مربی سے حاصل کرتے تھے، ادارے صرف تربیت گاہ ہوا کرتے تھے۔ جیسے علامہ اقبال کا شعر ہے:؎

ہے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

- اسلامی اور نظریاتی ادارے مسابقت کے اصول پر نہیں چلتے۔ دوسرا ادارہ اگر کچھ کر رہا ہے تو اس کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔
- ہماری ذمہ داری ہے کہ اداروں کے level پر ایک دوسرے سے تعاون کریں، کیوں کہ ہم اللہ سے وفاداری نبھائیں گے، تو ساکھ یعنی بنیاد وہ رب خود قائم رکھے گا۔ کیوں کہ زور ادارے کی ساکھ اور Branding پر ہے، اس لیے جو بھی قابل نہیں دکھ رہا، اس کے لیے ہمیں واپس آنا ہوگا فرد اور خاندان کی تربیت کی طرف، کیوں کہ شراب کی سپلائی لائن کاٹ دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، جب تک اس کے پینے والوں کے اندر سے اس کا شوق نہ ختم کیا جا سکے۔
- انتخابی سیاست، احتجابی سیاست اور مسلکی وابستگی کی وجہ سے دعوت کا اسلوب متاثر ہو رہا ہے۔

- ناقد ہونا ہمارے داعی ہونے کی ذمہ داری پر غالب آرہا ہے۔ اس وقت پاکستان میں سب سے پاپولر اسکالر وہ ہے جو دوسروں کی دھجیاں اڑا رہا ہے، جو کہ ایک ناپسندیدہ طرز عمل ہے۔
- یہ مسلک ہمارے لیے رحمت ہیں، اگر یہ مسلک ہمیں دین سے جوڑ رہے ہیں، ہماری تربیت کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کی وجہ سے ہم دوسرے مسالک کو حقیر سمجھ رہے ہیں تو ہمیں اپنے مسلک کے ساتھ تعلق کی بنیادوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''جو شخص اپنے عہد کے شر کی حقیقت کو نہیں پہچانتا، وہ خیر کی کڑیاں بکھیر دے گا''۔

- ہماری خلوت اور جلوت کا توازن بگڑا ہوا ہے۔ آج ہماری خلوت بھی پاکیزہ نہیں رہی، خلوت میں بھی میں موبائل فون کے ساتھ وقت گزارتا ہوں۔ بقول شاعر:ؔ

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

- ایک آئیڈیل اسلامک سوسائٹی جیسی ہونی چاہیے، ماڈرن اربن لائف میں وہ ممکن نہیں ہو پا رہا۔ Form of living ہماری نفسیاتی نشوونما نہیں کر رہی۔

نفس، تہذیبی احیاء، نظام

- اگر ہم تہذیبی فضا نہیں پیدا کر سکے تو نہ اپنے نفس کی تربیت کر سکیں گے، نہ نظام کو بدل سکیں گے۔
- ایسی فضا بنائیں جہاں ہم اسلامک values کو پریکٹس کر سکیں۔
- آخری بات مسلکی احساس کو امتی احساس پر غالب نہ آنے دیں۔

امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی مختصر گفتگو اور دعا:

آخر میں امیر محترم نے انتہائی مدلل اور مختصر الفاظ میں گفتگو کا نچوڑ بتایا:

- ہمیں افراط و تفریط سے بچنا ہے۔ صرف نظام کو بدلنے ہی کی کوشش نہیں کرنی، بلکہ فرد کی ذاتی تربیت پر بھی توجہ دینی ہے۔
- ایک امت بن کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی فضا قائم کرنی ہے۔

آخر میں امیر محترم نے دعا فرمائی اور یوں اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

اللہ ہمیں خلوص نیت کے ساتھ دین کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنائے۔ آمین

جب گناہ بن جائے دعا اور نیکی لگے سزا

بنت عبد المجید

طالبہ رجوع الی القرآن کورس سال دوم، یاسین آباد

وہ گناہ جو بندے کو اللہ سے قریب کردے نعمت ہے، اور وہ نیکی جو بندے کو اللہ سے دور کردے زحمت ہے۔ ؎

زخم اگر دل پر لگا ہو تو خدا ملتا ہے
دل جو ٹوٹے تو ہی راز دعا ملتا ہے

گناہ کے ذریعے جاگا ہوا دل سوئی ہوئی نیکی سے بہتر ہے، اور عمل وہی کامیاب ہے جو رب کے قریب کردے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ گناہ اچھا ہے، پر ایسی نیکی بھی نہ ہو جو تجھے مغرور کردے۔

وہ گناہ جو آنکھوں کو رلادے، دل کو پچھتاوے کی بھٹی میں جلاکر نرم کردے، اور اپنے رب کی طرف پلٹا دے اور اس کے در پر جھکا دے۔ پچھتاوے کے آنسو اس کی ہستی کو بھگوتے جاتے ہیں اور اسے احساس دلاتے ہیں: مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ [الانفطار: 06] کس چیز نے تجھے دھوکا میں ڈالے رکھا، تیرے رب کریم کے بارے میں۔

زخم ہیں کہ بھرتے نہیں، ٹیسں شدت سے اٹھتی ہے اور دھواں دھواں سا ماضی آنکھوں میں بہتے ہوئے سیلاب کی صورت میں یہ آوازیں لگاتا ہے: ؎

یاد ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

دل ہے کہ شرمندہ ہے، نادم ہے اپنے ماضی کے کارناموں پر کیسے جاؤں، کیسے آواز لگاؤں، کس منہ سے جاؤں، میں نے کونسا اچھا کیا اس کے ساتھ، پھر اندر سے آواز آئی اس گناہوں سے لپٹے ہوئے شخص کو اس کے رب کی طرف سے، جسے اس نے ساری زندگی صرف نظر انداز ہی کیا: اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ [البقرۃ: 186] جب میرا بندہ مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تو امید کی کرن دل میں ابھری، اور خیال آیا کہ آیا گناہ بڑا ہے کہ توبہ، میرا رب تو منتظر ہی رہتا ہے اپنے بندے کی توبہ کا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ نیکی کرنے کے بعد تکبر میں آجائے اور دوسرا بندہ گناہ کے بعد عاجزی میں آجائے تو گناہ گار عاجز اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گناہ اگر بندے کو اس کے گناہ پر نادم کردے، اللہ کے سامنے رلادے تو وہ اس کے لیے نیکیوں سے بہتر ہے، جو نیکی بندے کو تکبر میں ڈال دے۔

پس اتنی سی التجا:

اے میرے رب! اگر گناہ چوٹ ہے تو اس چوٹ سے مجھے تیری طرف لوٹا دے، اور اگر نیکی میں زعم ہے تو وہ نیکی مجھ سے چھین لے جو مجھے تجھ سے دور کردے۔ تو تو رب ہے، گری ہوئی بکھری آہوں کو سن لیتا ہے، لبوں کے اندر کی اکساہٹ کو بھی پالیتا ہے، شکستہ دلوں کو اپنا قرب عطا کرتا ہے، میرے اعمال میرے لیے نہ سہی پر تیرا کرم میرے حق میں ہو بس اتنی سی التجا ہے۔

نفس کی زنجیر توڑ

خراج عقیدت: ڈاکٹر اسرار احمد اور انجمن خدام القرآن

نفس کی زنجیر توڑ، دل کو حق کا نور دے — علم کو شمشیر کر، روح کو دستور دے

وہ صدا جو گونجتی تھی، کربلا کی خاک سے — اس کو پھر زندہ کریں، سچ کا وہ منشور دے

اک صدی کی تیرگی میں، اک چراغ جل اٹھا — فکر وہ روشنی، ہر طرف مشہور دے

حرفِ قرآں سے بنے، انجمن کی وہ صدا — جس نے دل کو باندھ دی، دل کو وہ مامور دے

وہ جو درسِ حق لیے، بزم میں خاموش تھا — اب وہی آواز بن کے، بولتا دستور دے

قوم کو بخشا یقیں، سچ کا وہ پیغام دے — اک مسافر کی طرح، دیدۂ پر نور دے

خدام قرآں کی محفل، عشق کی اک آگ ہے — علم کے میخانوں میں، صرف وہی سرور دے

عرشیہ بھی بزم میں، فکر کا ایک رنگ ہے — ذکر جو اسرار کا، جذب کو توقیر دے

ذکر جو اسرار کا، دل کو نئی تنویر دے — ذکر جو اسرار کا، فکر کو تطہیر دے

طالبہ رجوع الی القرآن کورس سال اول

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس 26-2025 میں 60 حضرات اور 35 خواتین جب کہ آن لائن شرکا کی تعداد 70 ہے۔
تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت اکیڈمی ہذا میں بیتدی و ملتزم رفقا کے لیے سات روزہ تربیتی کورسز کا انعقاد ہوا۔ بیتدی کورس میں شرکا کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کلاس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، شرکا کی تعداد 94 رہی، جب کہ ملتزم رفقا کی تعداد 56 رہی۔ شرکا کے لیے رہائش وطعام کا بندوبست اکیڈمی ہی میں کیا گیا۔ اسی طرح تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت اکیڈمی ہذا میں تنظیم کے تمام ذمہ داران کے لیے ریفریشر کورس کا اہتمام کیا گیا جس میں حلقہ کراچی جنوبی، شرقی، وسطی، شمالی اور حلقہ حیدر آباد، ملتان اور سکھر کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ شرکا کی تعداد 100 رہی۔
مؤرخہ 13 ستمبر 2025ء سے ہفتہ وار ''ایکٹیو ویک اینڈ'' کورس کا آغاز کیا جا رہا ہے، یہ کورس کلاس ششم سے کلاس دہم (یا 11 تا 16 سال کی عمر) کے طلبہ کے لیے ہر ہفتے کے دن صبح 10.30 تا دوپہر 12.30 بجے منعقد ہوگا۔ اس کورس میں شرکا کو مطالعہ قرآن حکیم کا حصہ دوم، اسپیشل لیکچرز، مسنون دعائیں اور طہارت و نماز کے مسائل سکھانے کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کے لیے بھی وقت دیا جائے گا۔
رواں ماہ مسجد میں پہلا اور تیسرا جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، دوسرا، چوتھا اور پانچواں جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔
دوران ماہ مسجد میں نکاح کی 06 تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) میں 40 حضرات اور 103 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 26 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 26 حضرات اور 15 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔
رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) کے تحت ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ حافظ محمد اسد صاحب)، ''تنظیم الاوقات'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، اور رجوع القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) کے تحت ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ سید محمد مصطفی صاحب)، ''تنظیم الاوقات'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔
حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (سنڈے)''، ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)''، ''مطالبات قرآن''، ''خلاصہ مضامین قرآن (بعد فجر)''، ''دورہ ترجمہ قرآن (ہر جمعہ بعد نماز عشاء)''، ''مطالعہ حدیث (اتوار)''، ''تربیت برائے خادمین''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ / نمازی حضرات بعد نماز عصر از طلبہ پارٹ 2)''، ''نماز سے متصل ترجمہ قرآن (بعد نماز ظہر اہل محلہ / نمازی حضرات از طلبہ پارٹ 1 سیکشن A- B اور پارٹ 2)''، ''حلقہ سیرت النبی ﷺ''، ''قصص النبیین''، ''دراسات دینیہ سال

اول و دوم''، ''تجوید القرآن (سہ پہر)''، ''سلسلہ وار ترجمہ قرآن''، ''عربی تکلم کورس''، ''اسلامک ڈے کیمپ''، ''علم و عمل کورس (طالبات درجہ اول، دوم و سوم)، طلبہ''، ''قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل''، ''احکام و مسائل و طہارت و نماز (خواتین)''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، اور ''قرآن فہمی کورس زیر اہتمام تنظیم اسلامی یاسین آباد'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 760 کے قریب ہوتی ہے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت درجہ حفظ میں 96 طلبہ اور درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 24 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین والبنات میں (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 170 طلبہ و طالبات اور درجہ ناظرہ میں 102 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گرد و نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔

ماہ رواں میں شعبہ حفظ کا ششماہی امتحان کا منعقد ہوا، جس میں ممتحن حضرات ٹرسٹ جمعیت تعلیم القرآن کی طرف سے تشریف لائے اور طلبہ کی امتحانی کیفیت پر دلی اطمینان کا اظہار فرمایا۔

ماہ اگست میں طلبہ نے 14 اگست کے موقع پر ملی نغمے وغیرہ پیش کیے، جناب سید محمد مصطفی صاحب نے خطاب فرمایا اور دعا کے ساتھ نشست کا اختتام ہوا۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ماہ رواں میں پہلا اور دوسرا جمعہ ''پاکستان کی سلامتی اور ہماری ذمہ داری'' اور ''نوید خلافت اور ہمارے کرنے کے کام'' (محترم سید سلیم الدین صاحب)، تیسرا جمعہ ''داعی قرآن ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ کی تحریک رجوع الی القرآن کا منظر اور پس منظر'' (محترم عارف رشید صاحب)، چوتھا اور پانچواں جمعہ ''سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو اور تفرقہ میں پڑو'' اور ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' (محترم محمد ارشد صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں 03 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر صاحب ﷫ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ سوم درس نمبر (12)، پارٹ نمبر (45 تا 51) کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی۔ آئینہ انجمن (ماہ اگست 2025) کو مکمل کیا گیا، جس میں تصحیح وڈیزائن بھی شامل ہے۔ آئینہ انجمن کے لیے ''پاکستان کی بقا اور عالم اسلام کی فلاح کا ضامن'' کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ اگست کے شمارے میں شائع ہونے والی ایک تحریر ''تاثرات دورہ قرآن اکیڈمیز'' کی کمپوزنگ کی گئی۔ علاوہ ازیں مدیر اکیڈمی ھذا کے ایک بیان ''قائد کا پاکستان'' کی فورمیٹنگ، ترتیب و تصحیح کر کے مضمون تیار کیا گیا۔ میرا گھر میری ذمہ داری لیکچرز پنجم کی تصحیح، تخریج اور مکمل ایڈیٹنگ کی گئی۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الحشر کی کمپوزنگ مکمل کی گئی۔ جب کہ سورۃ الممتحنہ کی کمپوزنگ اور میرا گھر میری ذمہ داری لیکچرز ششم جاری ہے۔

شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور انجام دیے گئے: ''الحادو توحید کورس، کچھ دی قرآن کورس (پروموز)''، ''گھریلو اسرہ برائے تنظیم اسلامی۔ بنیادی خاکہ، شوٹنگ اور ایڈیٹنگ (پریزینٹیشن)''، ''تقریب یوم آزادی، مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ (کوریج)''، ''قرآن اکیڈمی یاسین آباد ڈاکیومینٹری نئے شعبہ جات کے تعارفات کا اضافہ''، ''موبائل فون اور سوشل میڈیا ورکشاپ (6)''، ''خطاب جمعہ نگران انجمن (11)'' اور ''متفرق (8) کلپس'' تیار کیے گئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال 26-2025 میں 25 حضرات اور 45 خواتین تسلسل کے ساتھ شرکت کر رہے ہیں۔ دوران ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" (استاذ محمد ہاشم صاحب)، ''تنظیم الاوقات'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) اور ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (صدر انجمن، استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب) کے دروس ہوئے۔

رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ وطالبات نے مسجد جامع القرآن، گلشنِ معمار اور قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کا دورہ کیا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ 49 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 102 طلبہ اور شعبہ بنات میں 128 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 26 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔ مؤرخہ 02 اگست 2025ء بروز ہفتہ شعبہ بنین میں سہ ماہی امتحان منعقد ہوا۔ جس میں شعبہ حفظ کے 49 اور شعبہ ناظرہ کے 101 طلبہ نے حصہ لیا اور امتیازی نمبر حاصل کیے۔

شعبہ بنین میں درجہ ناظرہ اور درجہ حفظ کے ایک ایک طالب علم نے ناظرہ قرآن اور حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''رب ہمارا''، ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں''، اور ''حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اور رسالت کا بیان''، اسی طرح شعبہ بنات میں درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''قیامِ پاکستان کا مقصد''، اور درجہ ناظرہ کی خواتین کے لیے ''حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات ودورات دینیہ قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت 16 اگست 2025 سے ہفتہ کے روز صبح 10 بجے تا 12 بجے ایک نیا کورس بعنوان ''بنیادی علومِ دینیہ کورس'' آغاز کیا گیا جس میں 22 طلبہ نے رجسٹریشن حاصل کی۔ اسی طرح قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس کی کلاسز میں 15 طالبات شرکت کررہی ہیں۔ طالبات کے لیے ''نیکی کا تصور آیۃ البر کی روشنی میں''، ''اتحادِ امت اور پاکستان کی سالمیت'' کے موضوعات پر تربیتی لیکچرز منعقد کیے گئے۔

تنظیم اسلامی کے تحت شعبہ خواتین میں ''اتحادِ امت اور پاکستان کی سالمیت'' ملک گیر مہم کے موضوع پر ماہانہ درس ہوا۔ جس میں 60 خواتین نے شرکت کی۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیمِ اسلامی کے تحت ''اتحادِ امت اور پاکستان کی سالمیت'' (صدر انجمن خدام القرآن، سندھ جناب انجینئر نعمان اختر صاحب) ملک گیر مہم کے ضمن میں ہر جمعرات بعد نمازِ عشاء خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے، جس میں اوسطاً 50 حضرات نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں مقامی تنظیم کے تحت مغرب تا عشاء دعوتی سعی انجام دی گئی۔ تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' کی کورس (حافظ ریان بن نعمان اختر صاحب) جاری ہے۔ جس میں 15 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

تقریبِ نکاح کا انعقاد ہوا۔ جس میں 70 حضرات اور 50 خواتین نے شرکت کی۔ نکاح خواں کی ذمہ داری ڈاکٹر اسرار علی صاحب نے ادا کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

دی ہوپ اسلامک اسکول میں 13 اگست کو یوم آزادی کی مناسبت سے Independence Day Activity منعقد کی گئی۔

Meeting with Teachers concerning Students

میٹرک کے سالانہ امتحان میں دی ہوپ اسلامک اسکول کے 19 طالبات اور 7 طلبہ نے A+ جب کہ 6 طلبہ نے A گریڈ سے کامیابی حاصل کی۔ اسکول کے تحت ایک طالب علم 85 فیصد جب کہ ایک طالبہ 91 فیصد نمبر حاصل کرکے نمایاں رہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس میں رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ'' (جناب حذیفہ بن آصف پراچہ صاحب) کا لیکچر منعقد ہوا۔

بعد نماز فجر درس قرآن و حدیث (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد نماز ظہر اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن (جناب جمیل

صاحب اور غضنفر عمر صاحب)، بعد نماز عصر درس حدیث (جناب قاری غلام اکبر صاحب)، بعد نماز فجر تجوید (قاری محمد ارسلان صاحب)، ہفتہ وار قرآن فہمی کورس (برائے حضرات و خواتین) اور WhatsApp پر عربی گرامر کا (4th - batch) جاری ہیں۔ نیز WhatsApp پر عربی گرامر کا (5th - batch) کا یکم ستمبر سے آغاز ہوگا، اس میں ایڈیشن جاری ہے، جس میں اب تک 900 سے زائد افراد رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔

رواں ماہ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں تقریباً 45 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں رجوع الی القرآن کورس سال 2025-26 میں تقریبا 18 حضرات اور 30 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ دو اسپیشل لیکچرز ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' (استاذ: محمد فاروق پاشا صاحب)، اور ''تنظیم الاوقات'' (استاذ: ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) منعقد ہوئے۔

ماہ اگست سے بروز ہفتہ تفہیم القرآن کورس کا آغاز کیا گیا، جس میں تین مضامین شامل کیے گئے: ''دروس اللغۃ العربیہ''، ''حدیث''، اور ''فکر اسلامی''۔ اسی طرح ماہ اگست میں بروز اتوار تفسیر القرآن کورس کا آغاز کیا گیا جس میں سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکھف کی تفسیر بیان کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں بروز اتوار بچوں اور بچیوں کے ''مطالعہ قرآن حکیم'' کی کلاسز میں مجموعی طور پر تقریبا 20 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی میں رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تحت ایک خصوصی لیکچرز ''ٹائم مینجمنٹ'' (ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) منعقد ہوا۔

اس ماہ وفاق المدارس کی جائزہ ٹیم نے قرآن انسٹیٹیوٹ کا دورہ کیا، اور الحاق کے لیے اپنی سفارشات تحریر کیں، جو کہ منظوری کے لیے ہیڈ آفس بھیج دی گئی۔

مدرسۃ القرآن کے تحت درجہ حفظ و ناظرہ کے بچوں اور بچیوں کے ششماہی امتحانات منعقد ہوئے۔ نتائج کے پر وقار تقریب میں مدیر ادارہ نے بچوں کو مبارکباد دی اور مزید محنت کی تلقین فرمائی۔

شعبہ خواتین کے تحت 18 سال اور اس سے زائد عمر کی بچیوں کے لیے تین ماہ پر مشتمل کا ایک ہفتہ وار تربیتی و اصلاحی کورس شروع کیا گیا ہے، جس میں خواتین کے معاشرے میں مختلف roles اسلامی اصولوں کے مطابق ادا کرنے کے بارے میں آگاہی فراہم کی جائے گی۔

''پاکستان کا مطلب کیا'' کے عنوان سے ایک خصوصی لیکچر منعقد ہوا جس میں حضرات و خواتین نے بھرپور شرکت فرمائی۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین و البنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 54 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 43 طلبہ اور شعبہ بنات میں 54 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

دوران ماہ شعبہ حفظ میں ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت سورۃ الکھف کا آغاز ہوا۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔

ماہانہ درس قرآن و حدیث کے سلسلے میں محترم انجینئر نعمان اختر صاحب نے ''اتحادِ امت اور پاکستان کی سالمیت'' کے موضوع پر خصوصی بیان فرمایا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ اگست 2025ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبہ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا:

اتحادِ اُمت کیسے ممکن ہے؟۔ پاکستان کی سالمیت کے لیے کرنے کے کام
پھٹتے برستے بادل، سیلاب اور دیگر آفات: وجوہات، حکمت اور کرنے کا کام

خطباتِ جمعہ (محترم انجینئر نعمان صاحب):

ماہِ اگست 2025ء میں محترم انجینئر نعمان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

اتحاد امت کی ایک اہم بنیاد، مقصد امت/پاکستان کی سالمیت، ماضی، حال اور مستقبل	
پاکستان کا استحکام۔۔۔۔ اپنے حال کا جائزہ اور کرنے کے کام	اللہ کے عذاب کا باعث بننے والی 15 برائیاں

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب):

ماہِ جولائی 2025ء میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

اتحادِ اُمت اور پاکستان کی سالمیت	مطالعہ سورۃ الکھف حصہ نہم
مطالعہ سورۃ الکھف حصہ دہم	مطالعہ سورۃ الکھف حصہ گیارھواں

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب):

ماہِ اگست 2025ء میں محترم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

ہم نے پاکستان کیوں بنایا

درسِ قرآن:

ماہِ اگست 2025ء میں نگرانِ انجمن کے 3 مختصر درس ''درسِ قرآن'' کو ارسال کیے گئے۔ علاوہ ازیں ماہِ اگست 2025ء میں امیرِ محترم کے خطبہ جمعہ ''اتحادامت اور پاکستان کی سالمیت'' آڈیو اور ویڈیو Thumbnail بنایا گیا، اور اس کی ریکاڈنگ کی گئ اور براہِ راست نشر کیا گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر بلال فلپس کے بیان سے لیے گئے مختصر دورانیے کے (وڈیو کلپس) کی کل تعداد 3 رہی۔ جب کہ محفل حسن قراءت 2025 کے چار حصے نشر کیے گئے۔

عربی گرامر کورس :

محمد نعمان کے عربی گرامر کورس کی ریکارڈنگ کی 5 کلاسز ایڈٹ کی گئی۔ جب کہ محفلِ حسنِ قراءت 2025 کے پانچ حصے نشر کیے گئے۔ جب کہ ڈاکٹر الیاس صاحب کے منتخب نصاب کورس کی کلاسز ریکارڈنگ ایڈٹ کرنے کا مرحلہ شروع ہوا اور بنیادی چیزوں پر کام کیا گیا۔

معاونت :

مسجد جامع القرآن گلشن معمار میں ملٹی میڈیا کی جانب سے درج ذیل معاملات میں معاونت رہی :

- ضروری اشیا کی Research and Analyzing کی گئی۔
- (Vendor) سروس فراہم کرنے والوں سے رابطے کیے گئے۔
- خرید و فروخت میں مدد فراہم کی گئی۔
- آڈیو میں آنے والے مسائل کو حل کیا گیا۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سر چشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021